روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

July, 1965



द्रौपदीको सान्त्वना

Price 60 nP.

Editor : G. N. NANDA

SUFFERING

A BLESSING IN DISGUISE

CONTENTS

PART I

Price : Rs. 2/-

Obtainable from :

The Manager,

"OM" Monthly Magazine,

Ajmeri Gate,

DELHI.

رسالہ اوم جاری شدہ ۱۹۳۴ء

"اوم"

فہرست مضامین

بابت ماہ جولائی ۱۹۶۵ء

چندہ سالانہ آٹھ روپے 8/-/-

وی.پی. منگانے پر 60 پیسہ زائد

ممالک غیر سے 13/-/- روپے

قیمت فی پرچہ ساٹھ پیسے (60P)

ایڈیٹر:-

گورکھ ناتھ نندہ

رسالہ اوم بازار اجمیری گیٹ دہلی

اوم کے مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ میں ہی ہر سال ایک ضخیم باتصویر انک مفت دیا جاتا ہے جس کی قیمت تین روپئے فی کاپی ہوتی ہے۔ شری گورکھ ناتھ نندہ پرنٹر پبلیشر نے سود لیتھو پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ اوم واقع اندرون بازار اجمیری گیٹ دہلی سے شائع کیا

ترا نورِ تجلّی

امیر الشعراء دیوان نیڈی داس جی قمر

(۱)
جلوہ ہے ترا باغ کے ہر گُل میں نُمایاں
آواز تری نغمۂ بلبُل میں نمایاں
اسرارِ بہشتاں رہبر کامل میں نُمایاں
ہر راز کا ہے راز جز و کل میں نمایاں
سورج میں جھلکتا ہے ترا نُورِ تجلّی
تُو چاند کے پرتوں میں ہے معمورِ تجلّی

(۲)
کچھ فرق ہے ہر جاہل و عاقل میں نُمایاں
اُمید کی تصویر ہے بیدل میں نُمایاں
خود کاسۂ درویش ہے سائل میں نُمایاں
امداد تری غیب سے مشکل میں نُمایاں
ہے راہبر گمراہ ترا نُورِ تجلّی
تو عالم اسباب ہے معمورِ تجلّی

(۳)
تو کون ہے؟ اک نُور ہے دُنیا میں نُمایاں
اے جانِ جہاں اعلیٰ و ادنیٰ میں نمایاں
طاقت ہے تری ساحل دریا میں نُمایاں
حرکت تری لہروں کے تماشا میں نمایاں
تاروں میں چمکتا ہے ترا نورِ تجلّی
تُو حُسن حسیناں میں ہے معمورِ تجلّی

(۴)
تو اوم کے حرفوں میں سراسر ہے نمایاں
گنگا میں نئی شان سے ہر نہر ہے نُمایاں
کعبہ میں تو ہی ہستئ بے در ہے نُمایاں
اور وقت اذاں اللہ اکبر ہے نمایاں
نزدیک بھی ہے دُور بھی ہے نُورِ تجلّی
ہیں دونوں جہاں تجھ سے ہی معمورِ تجلّی

(۵)
عاشق کی جگر سوز محبت میں نُمایاں
معشوقِ طرحدار کی رنگت میں نُمایاں
خلاقِ جہاں کثرت و وحدت میں نُمایاں
قسامِ ازل جلوت و خلوت میں نمایاں
ہے چشم میں موسیٰ کے ترا نُورِ تجلّی
تو طور کے ذرّوں میں ہے معمورِ تجلّی

(۶)
بخشش کی جھلک ہے تری رحمت میں نُمایاں
نظارۂ اقبال ہے عزت میں نُمایاں
عالم میں ترے جلوۂ قدرت میں نُمایاں
تو اوّل و آخر ہے صداقت میں نُمایاں
چھپتا ہے چھپانے سے کہیں نُورِ تجلّی
زہری کا بھی دل رہتا ہے معمورِ تجلّی

(۷)
مایوس کی اُمید میں یا ربّ ہے نُمایاں
بدبخت کی تردید میں یا ربّ ہے نُمایاں
تمہید میں توحید میں یا ربّ ہے نُمایاں
ایمان کی تاکید میں یا ربّ ہے نُمایاں
اوپر بھی ہے نیچے بھی ہے وہ نُورِ تجلّی
ہر ذرہ ہے جس نور سے معمورِ تجلّی

(۸)
اسرار ترے آتشِ گلخن میں نُمایاں
اقرار ترے نکہتِ گلشن میں نُمایاں
انکار بھی ہیں دشت کے دامن میں نُمایاں
ہیں دونوں جہاں ایک ترے کُن میں نمایاں
ہر رنگ میں نیرنگ ہے معمورِ تجلّی
پرتو ہیں ترے شمس و قمر نُورِ تجلّی

چار پردے جاگرت۔ سپن۔ سشپتی۔ تریا

(ایک مہاتما کے قلم سے)

پہلا پردہ ۔ جسم خاکی استھول شریر میں سچدانند کا تھوڑا تاریک حالت میں ہوتا ہے۔ زندگی چند روزہ۔ علم محدود۔ سرور ناپائیدار ہم دیکھتے ہیں کہ ہم بذریعہ جسم کثیف کے مکان و زمان کے زندان تنگ میں مقید ہیں اور یہ قیود حصول علم کے سخت مانع ہے۔ ہم نہیں دیکھ سکتے کہ اس دیوار کے اس پار کیا ہو رہا ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے کہ اب سے پانچ منٹ بعد کیا ہونے والا ہے۔ ہاں اگر ان قیود کا حجاب درمیان سے اٹھ جائے اور دور نزدیک ماضی و مستقبل ایک ہو جائے تو بیشک علم کل بھی حاصل ہو جائے۔ دور و نزدیک کے واقعات اگلے پچھلے حادثات بلکہ کوئی راز قدرت ہم پر پوشیدہ نہ رہے۔ اور علم کل کے لئے ہستی لازوال و سرور دائمی لازم ٹھہرا تو کچھ شبہ نہیں۔ کہ علم کل حاصل ہو تو ہم سچدانند ہو جائیں۔ دراصل یہی قیود ہیں جو ہمارے سچدانند ہو جانے کی سدّ راہ بن رہی ہیں۔

دوسرا پردہ ہاں تو یہ مکان و زمان کی قیدیں جس قدر اس بیرونی پردہ میں ہیں۔ نسبتاً دوسرے پردہ میں بہت کم ہیں۔ اس دوسرے پردہ کا نام سپن یعنی عالم خواب ہے۔ دیکھو اس عالم کے اندر ہم کتنے تھوڑے عرصہ میں بہت سے مقامات اور بہت سے واقعات دیکھ لیتے ہیں۔ جن کے دیکھنے کو جسم کثیف میں ایک بڑی مدت درکار ہوتی ہے۔ اس پر بعض صاحب یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ خواب تو ایک خیالی سوانگ ہے آنکھ کھلی اور نظروں سے غائب نہ کہیں آئے نہ کہیں گئے۔ اُس وقت کے محسوسات' عالم بیداری میں کچھ وجود نہیں رکھتے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جیسے خواب کی باتیں بیداری میں لاشئے معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے ہی بیداری کا ہنگامہ خواب میں بھولا بسرا ہو جاتا ہے۔ تو ان دونوں حالتوں میں کس کے محسوسات کو صحیح مانیں اور کس کو غلط کس کو اصل سمجھیں۔ کس کو عارضی۔ شائد یہ کہو گے کہ جاگرت یعنی بیداری کی محسوسات پائدار و مستقل ہیں۔ ہم اُن کو اپنے حواس سے معلوم کرتے ہیں اسلئے اُن کے وجود میں شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ یہ بات درست ہے لیکن خواب میں بھی تو حواس ہی کام کرتے ہیں۔ اس لئے اسوقت کے معلومات و محسوسات بھی مشکوک نہیں۔ اور نہ اُن کو دیرپا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جو معلومات اس عالم ظاہر کے اندر برسوں میں طے ہوتے ہیں۔ وہاں لمحوں میں گذر جاتے ہیں۔ اور یہ مکان و زمان کی قیود کم ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ بس یہی فرق ہے۔ خواب و بیداری میں۔

خواب کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو **خواب پریشان** جن میں بہت سے معاملات بے ترتیب نظر آتے ہیں۔ یہ عوام الناس کے خواب ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے خواب وہ ہیں جن میں آئندہ یا گذشتہ معاملات خواہ کسی جگہ کے ہوں ہو بہو معلوم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض صاحبوں کو یہ تجربہ ہوگا کہ جو خواب میں دیکھا تھا وہی وقوع میں آیا۔ ایسے خواب نیک اور سچے لوگوں کو بیشتر نظر آتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ خواب ہیں۔ جن میں بزرگوں۔ مہاتماؤں۔ اوتاروں کے درشن ہوتے ہیں۔ اور ان سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے خواب اعلیٰ درجہ کے ملکوتی صفات انسانوں (استوگن پرشوں) کو ہوا کرتے ہیں۔

الغرض عالم ملکوت اس عالم ناسوت کا ایک لطیف مثنیٰ یا نقشہ ہے۔ اس لئے اس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ جو واقعات دنیا میں ہونے والے ہیں وہ ملکوت (سوپن اوستھا) میں پہلے ہو چکے ہیں۔ اس لئے بعض واقعات عالم ناسوت (جاگرت اوستھا) میں واقعہ ہونے سے پیشتر خواب میں معلوم ہو جاتے ہیں۔ ورنہ جو ابھی ظہور ہی میں نہ آیا ہو اس کا علم کیسا؟ یہ بھی یاد رکھو کہ روحانی ترقی پہلے خواب ہی سے شروع ہوتی ہے یعنی نیک اور سچے

آدمیوں کو سچے خواب نظر آنے لگتے ہیں۔ خواب سے انسان اپنے دل کی صفائی یا کدورت کا اندازہ کر سکتا ہے کیونکہ خواب صفائی دل کا آئینہ ہے۔ اور حصول سچدانند کا دروازہ ہے۔

تیسرا پردہ۔ اندرونی پردہ وہ ہے جس کو سشپتی (خواب غفلت) کہتے ہیں۔ جب ہم خواب غفلت سے چونکتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے آرام سے سوئے۔ اس پردہ میں ہم نے آرام ضرور محسوس کیا ہے کہ جاگنے پر اسکی یاد آئی۔ ورنہ جو چیز ہم نے محسوس ہی نہ کی ہو اس کو یاد کیوں کر کر سکتے ہیں۔ کیسا ہی دکھ درد ہو۔ کیسی ہی بیتابی بے چینی ہو۔ اس پردہ میں پہنچتے ہی راحت و سکون سے بدل جاتی ہے چونکہ سرور کا ظہور بغیر علم کے اور علم کا ظہور بدون ہستی کے ممکن نہیں اسلئے سچدانند کا ظہور اس پردہ میں یقینی ہے مگر ہم اس پردہ سے قطعی ناواقف ہیں۔ لہذا جاگنے کے بعد ہم کو وہاں کے علم کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ اگر وہاں علم نہ ہوتا تو حالات سابقہ کا سلسلہ حالات مابعد سے ٹوٹ جاتا یعنی خواب سے بیشتر کے حالات بالکل یاد نہ رہتے۔ علم مسمریزم کے ذریعے سے کچھ کچھ حالات اس پردہ کے معلوم ہوئے ہیں۔ معمول جب اس حالت میں لایا جاتا ہے۔ تو فوراً وہاں کے صحیح حالات بیان کرنے لگتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں مکان و زمان کی قیود بہت کم ہو جاتی ہیں۔ اور چونکہ وہ پردہ نہایت لطیف ہے اسلئے وہاں کا علم بھی بہت صحیح ہوتا ہے۔ اور چونکہ سچدانند کا ظہور اور پردوں کی نسبت اس میں بدرجہا زیادہ ہے۔ اسلئے اس قدر سرور حاصل ہوتا ہے کہ معمول بسا اوقات وہاں سے واپس آنا نہیں چاہتا۔ لیکن ایسے معمول کمتر دستیاب ہوتے ہیں جو عالم جبروت تک پہنچ سکیں۔ بیشتر ایسے ہی ملتے ہیں جن کی رسائی صرف ملکوت (سوپن اوستھا) تک ہوتی ہے اور وہیں کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔

یوں تو ہم روزمرہ ان تینوں حالتوں یا پردوں میں گذرتے ہیں۔ مگر ہم نے بیرونی پردہ سے ایسا مضبوط تعلق پیدا کر لیا ہے کہ بس اسی کے قانون سے واقف ہیں۔ باقی دو پردوں سے نہایت کم۔ کیونکہ ان میں جو پہنچتے ہیں۔ بے اختیار پہنچتے ہیں۔

البتہ انکی طرف ہماری توجہ پوری پوری ہو تو پھر ان کے قوانین سے بھی ایسا ہی وقوف اور ایسا ہی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ عالم ناسوت (جاگرت اوستھا) کے قوانین سے۔ چنانچہ جنگلی وحشی آدمی جنکو اس دنیا کے قوانین سے کم واقفیت ہے انکو اس عالم کے اشیا پر بہت کم اختیار و تابو حاصل ہے۔ حالانکہ علوم مادی کے جاننے والے انہیں اشیا سے صدہا قسم کے کام لیتے اور فائدے اٹھاتے ہیں۔ ریل تار وغیرہ صنعتیں صرف واقفیت ہی کی بدولت جاری ہیں۔ بس ان پردوں میں ناواقفیت نے ہمکو بھی وحشیوں کیطرح بے اختیار و بے بس کر رکھا ہے۔ اگر بیرونی پردہ کے مانند اُن پردوں پر ہم کو قدرت حاصل ہو جائے اور باختیار خود اُن میں جا سکیں تو اُن کے قوانین سے بہت فائدے اٹھا سکتے ہیں اور ہمارے علم و سرور کو بہت ترقی و وسعت ہو سکتی ہے۔

چوتھا پردہ۔ جب انسان تیسرے پردہ سے گذر کر چوتھے پردہ تریا یعنی عالم لاہوت میں پہنچتا ہے۔ اسکا علم و سرور تحریر و تقریر میں نہیں آسکتا۔ ایسے شخص کو جیون مکت کہتے ہیں سادھو مہاتما اور فقیروں میں جو ردھی سدھیاں (کشف و کرامت) دیکھی جاتی ہیں وہ قانون قدرت کے خلاف نہیں۔ بلکہ ان قوانین کے مطابق ہیں۔ جن سے ہم ناواقف ہیں کشف کے معنی ہیں کھلنا پس فقرا کو وہ پردہ کھل جاتے ہیں جو سر دست ہماری چشم بصیرت پر پڑے ہوئے ہیں۔

انسان کے ہر پردہ میں دو جز ہوتے ہیں۔ ایک جز تو جسم ہوتا ہے دوسرا جز اس جسم میں سچدانند کا ظہور اور اسی ظہور کا نام روح یعنی آتما ہے۔ اجسام کی اصلیت پانچ عناصر۔ آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل اور پرتھوی ہے۔ اسلئے کل اجسام ان پانچ عناصر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور روح کی اصلیت ہے۔ **سچدانند**۔ اسلئے روح ہمیشہ سچدانند کیجانب رجوع کرتی ہے + جب تک اسکو اپنے اصل سچدانند کی پراپتی نہیں ہوتی۔ یہ سرگرداں ہی رہتی ہے اور شانتی کو پراپت نہیں ہوتی۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سچدانند کے حصول کی قابلیت صرف روح میں ہے نہ کہ جسم میں۔ کیونکہ جسم کی اصلیت اور ہے پس روح ہی انسان کا اصلی جز ہے یا یوں کہو کہ درحقیقت روح ہی انسان ہے

اور جسم اسکے لئے بطور غلاف ہے اور بوجہ قیود مکان و زمان صرف ان پردوں میں تمام جہل و رنج و تکالیف ہیں نہ کہ روح میں جو لوازِ الٰہی و سرور دائمی ہے۔

اوم

نظرِ غور

شری نوبت رائے شوخ

خواب میں رہتا ہے تن تو بے شمار
آپ ہی ہوتا ہے سب میں جلوہ بار

مان کر اک تن کو اپنا آپ تو
دوسروں کو غیر کرتا ہے شمار

دیکھتا ہے یوں ہی بیداری میں تو
اور سب کو آپ سے بیگانہ وار

تجھ سے خود معکوس تیرا ہی خیال
روپ کرتا ہے ہزاروں اختیار

دیکھتا ہے تو جو رنگا رنگ روپ
اُن کا ہوتا ہے تو خود آئینہ دار

خواب و بیداری کے عالم اے عزیز
مثلِ سایہ تجھ میں ہو کر آشکار

ناگہاں ہوتے ہیں بے نام نشاں
جوں کا توں رہتا ہے تو خود برقرار

ہے کہاں تو خواب بیداری کے تن
تو ہے بحرِ نور ناپیدا کنار

آتم جیوتی کی کرنیں

پروفیسر نرمل چندرجی

آتم ساکشات کے لئے ایک قیمتی اشارہ یہ ہے۔ کہ آتما کے سمبندھ میں سوچنے کی بجائے صرف یہ وچار کرو۔ کہ تجربہ کیسے ہوتا ہے؟ دیکھتا اور سنتا کون ہے۔؟ شک کیسے ہوتا ہے؟ ڈر کیسے لگتا ہے! کون ہے جسے یہ ناقابل انکار تجربات ہوتے ہیں اور جس کی ہستی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو اپنا ثبوت آپ اور بذات خود موجود ہے۔ تم وہی ہو۔

یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ میں آتما یا برہم ہوں یا میں شریر یا من نہیں ہوں۔ ہر ایک تجربہ آتم جیوتی سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ اپنا آپ کل تجربہ کی روشنی ہے۔ مٹھائی کی مٹھاس چینی کا ہونا ثابت کرتی ہے۔ اسی طرح کل تجربہ آتم جیوتی کا ثبوت ہے۔

آتم گیان کے لئے ایکاگرتا یا اتھان کا خیال کرنے کی بجائے یہ وچار کرو۔ کہ ان دونو متضاد حالتوں کو جاننے والا کون ہے۔؟ وہی تم ہو۔ اپنے آپ کو جاننے کی کوشش آتم انوبھوتی سے دور رکھتی ہے۔ آتما کا ودیا اور اودیا سے کوئی سمبندھ نہیں ہے۔ ودیا اور اودیا پرکاش اور اندھکار۔ جاگرت اور سوپن۔ ہوش اور بے خبری ہستی اور نیستی اپنے آپ سے ہی جانے جاتے ہیں۔ وہی تم ہو۔

خیالات کی گردش۔ من کی دوڑ کو روکنے کی بجائے یہ دیکھو۔ کہ خیال کہاں سے اٹھتا ہے؟ جسم تو کہہ ہی نہیں سکتا کہ میں جسم ہوں۔ پھر کون کہتا ہے کہ میں جسم ہوں؟ تم وجود واحد ہو۔ یہی وچار کرو۔ کہ تم ہو مگر جسم نہیں ہو۔ تب اپنا آپ انوبھو ہونے لگے گا۔ خالص ہستی ولوز و سرور +

آتم وچار میں دھیان کے لئے جگہ نہیں ہے اور یہ (خیالات کو باہر سے ہٹا کر اندر لانا) اور ابھیاس (خیالات کو آتما میں جمع کرنا) دونوں سے اوپر ہے۔ ویراگیہ یا ابھیاس میں نہیں +

اگر ایکاگرتا میں نیند آجائے۔ تو وہ نیند بھی سمادھی کا اثر رکھتی ہے۔ تم ہی وچار کرو کہ کیسے لذت یا خوف محسوس ہوتے ہیں۔؟۔ ایکاگرتا اور اتھان کا ساکشی کون ہے؟

تم ہی تو ہستی نیستی کے ناظر۔ دیکھنے اور نہ دیکھنے والی دھرو جیوتی ہو۔ پس خود بخود ہو رہو + ،،

بھگوان کرشن کا پانڈوؤں کو اُپدیش

پانڈوؤں کی جلاوطنی کا ایک درشیہ

(از شری برہما تند تندہ)

جنگل کا نظارہ، جلاوطن پانڈو اور دروپدی ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔ بھیم جو باقی بھائیوں سے زیادہ مغموم ہے ذرا فاصلہ سے ایک پتھر پر بیٹھا ہے۔ جلاوطنی میں پانڈو کا مسکن پانچوں بھائی خاموش بیٹھے ہیں دروپدی:۔ (خاموشی کو توڑتے ہوئے) دریودھن نے پانچ بھائیوں کو جلاوطن کر کے سمجھ لیا ہوگا کہ اب وہ چین کی بنسی بجائے گا۔ اور ہستناپور پر بلا کھٹکے راج کر سکیگا لیکن اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ ارجن کے گانڈیو اور بھیم کی گدا کو زنگ نہیں لگ گیا۔

ارجن:۔ گانڈیو کی ٹنکار اب بھی دشمنوں کے سینوں میں بھئے پیدا کرنے کی شکتی رکھتی ہے۔ گانڈیو سے نکلا ہوا بان دشمنوں کے کلیجے چھلنی کئے بغیر واپس نہیں آتا۔

بھیم:۔ (نزدیک آتے ہوئے اور بات کاٹتے ہوئے) دھرم پُتر کا انوکھا دھرم ہمیں کہیں کا نہ رکھے گا۔ سختیاں برداشت کرتے جاؤ اور حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ۔ یہی ان کا دھرم ہے! وہی ان کے دھرم کی مریادا۔ سب سے پیٹھا ہو گیا یہ سلوک کرنا کیا دھرم نہیں ہے بھیم کی رگوں میں خون کھول رہا ہے گدا دشمن کی ہڈیاں چور کرنے کے لئے تڑپ رہی ہے لیکن مجبور ہیں دھرم پُتر کا دھرم یہی کہتا ہے۔

یدھشٹر:۔ بھیم! کوسو مجھے جی بھر کے کوسو! میں اسی قابل ہوں۔ دروپدی کے اپمان کا تمہاری جلاوطنی کا راج پاٹ جانے کا میں ہی ذمہ دار ہوں مجھے جو کچھ کہو کم ہے۔

ارجن:۔ بھیم! تمہیں ایسے کٹھور شبد استعمال کر کے دھرم پُتر کے کومل ہردے کو ٹھیس نہیں لگانی چاہیئے ستیہ کی وجے اور استیہ کی پراجے اوشیہ ہوگی۔ وہ دن نہیں رہے تو یہ دن بھی نہیں رہیں گے۔ (بھگوان کرشن کا رتھ نظر آتا ہے پانچوں بھائی سواگت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں)

بھگوان کرشن (رتھ سے اُترتے ہوئے) کیا آپ سب کُشل پُورو‌گ ہیں؟

یدھشٹر:۔ کرپا ہے مہاراج!

کرشن:۔ کوروؤں کی بے انصافیوں کا پیمانہ اب لبریز ہونے والا ہے ستیہ کی ہمیشہ فتح ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔ یہی پرماتما کا اٹل نیم ہے۔ پرماتما کے اٹل نیموں کو توڑنے کی شکتی کسی میں نہیں۔

(اچانک ایک دوت آکر پرنام کرتا ہے اور جھک کر ایک طرف کو کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے:۔

دُوت:۔ مہاراج! دریودھن مہاراج شکار کھیلنے کیلئے جنگل میں آئے تھے۔ دشمنوں نے اُنہیں گھیر کر پکڑ لیا ہے اُنہیں امداد کی سخت ضرورت ہے ورنہ نہ معلوم دشمن اُن کے ساتھ کیا سلوک کریں:۔

بھیم! (آگ بگولہ ہو کر) مرنے دو کمبخت کو۔ بھری سبھا میں دروپدی کا اپمان کرنے والا، پانڈوؤں کو لاکھ کے محل میں جلانے کی کوشش کرنے والا چھل اور کپٹ سے پانڈوؤں کے راج پر قبضہ کرنے والا آج پانڈوؤں کے پاس امداد کی بھکشا مانگنے آیا ہے۔ بُزدل کہیں کا۔ جاؤ اس سے کہہ دو اپنی چنڈال چوکڑی سے امداد طلب کرے۔ بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والے کرن کو بلائے۔ بھری سبھا میں دروپدی کے کیش کھینچنے والے دوشاسن سے امداد طلب کرے۔ منہ پھٹ شکنی سے کہے کہ وہ اسے دشمنوں سے مخلصی دلائے بھیم کی گدا دریودھن کی ہڈیاں توڑ سکتی ہے اس کے سینے کا لہو پی سکتی ہے۔ اس کی امداد نہیں کر سکتی۔

کرشن شانت ہو بھیم شانت ہو۔ یہ سب کچھ سچ سہی لیکن تمہیں بھولنا نہیں چاہیئے کہ آپس میں لڑنے کے لئے وہ سو ہیں اور تم پانچ لیکن غیر کے مقابلہ میں تم ایک سو پانچ ہو۔

(پردہ گرتا ہے)

دوسرا سین

ایک بڑے کمرے میں چاروں طرف تلواریں اور ڈھالیں لٹک رہی ہیں۔ سامنے ایک گدی پر مہاراج دریودھن بیٹھے ہیں۔ شکنی، کرن، دوشاسن وغیرہ ارد گرد بیٹھے ہیں۔ رقص و سرود کی محفل ابھی ابھی ختم ہوئی ہے۔

شکنی:۔ شکنی کے داؤ کے سامنے بھیم کی گدا اور ارجن کا گانڈیو دھرا کا دھرا رہ گیا۔ (زور سے ہنستا ہے)

دریودھن:۔ دوشاسن کے سینے پر چڑھ کر خون پینے اور اس کے خون سے دروپدی کے کیشوں کو سینچنے کی پرتگیا کرنے والا بھیم جنگلوں کی خاک چھان رہا ہوگا۔ بھکاری کہیں کا! دریودھن کا مقابلہ معمولی بات نہیں ہے۔ وہ آئیں گے ضرور آئیں گے میرے چرنوں پر سر رکھ کر روٹی کی بھکشا مانگیں گے لیکن اس گھر سے انہیں بھکشا بھی نہیں مل سکتی۔

دوشاسن:۔ آئیں گے کہاں سے۔ اب تک مر کھپ گئے ہوں گے (بھگوان کرشن داخل ہوتے ہیں۔ تمام تعظیم کے طور پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

کرشن:۔ (ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے) کشل ہو نا دریودھن!

دریودھن:۔ مہاراج کی کرپا ہے۔

کرشن:۔ پانڈوؤں کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا ہے دھرم اور انصاف تو کبھی طرح اس کی اجازت نہیں دیتا۔

دریودھن:۔ مہاراج! اس میں میرا کیا دوش؟ انہوں نے خود جوا کھیلا اور اپنا سب کچھ ہار دیا۔ کیوں ماموں شکنی ٹھیک ہے نا۔!

شکنی:۔ ٹھیک ہے مہاراج! ہم نے اُن سے زبردستی تھوڑا چھین لیا ہے۔ پانسہ کے ڈھنگ نرالے ہیں جس کے حق میں پڑ جاتے وارے نیارے کر دیتا ہے۔

کرن:۔ مہاراج! اُن میں ہمت ہے تو رن بھومی میں کیوں نہیں اُترتے۔ وہاں اُن کے ادھیکاروں کا فیصلہ ہو جائے گا۔ سمجھ نہیں آتی کہ آپ کو بار بار تکلیف کیوں دیتے ہیں۔؟

کرشن۔ بھرآتا کرن! میں اُن کا بھیجا ہوا نہیں آیا اپنے آپ آیا ہوں۔ آخر تم اور وہ ایک ہی جسم کے دو انگ ہو نا! تمہاری رگوں میں ایک ہی پتا مہ کا خون دوڑ رہا ہے ناخن کبھی گوشت سے علیحدہ نہیں ہوا۔ زمین پر گرے ہوئے اناج کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تمہیں اب بھی پانڈوؤں کو ان کا راج پاٹ واپس دے کر اس پوتر بھومی کو خون کے غسل سے بچا لینا چاہیئے۔

کرن:۔ ہم ان باتوں سے ڈرنے والے نہیں مہاراج! خون گرما ہے تو گرنے دو۔ بھارت کی زمین یودھاؤں کے خون سے لال ہوتی ہے تو ہونے دو۔

کرشن:۔ اچھا اگر تم ان کا سارا راج پاٹ واپس کرنے کیلئے تیار نہیں تو اُن کے راج کا کچھ حصہ ہی واپس کر دو تاکہ وہ اپنا گزارہ تو کر سکیں آخر وہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔

دریودھن:۔ بھولی بات ہے مہاراج!

کرشن:۔ اچھا پانچ بھائیوں کو پانچ گاؤں ہی دیدو۔ ایک ایک بھائی کیلئے ایک ایک گاؤں۔ میں کوروؤں کے دربار سے خالی ہاتھ لوٹنا نہیں چاہتا۔

دریودھن:۔ دریودھن کے دربار سے تو انہیں سوئی کے نکّے کے برابر بھی جگہ نہیں مل سکتی مہاراج!

کرشن:۔ اچھا تو پھر پانڈوؤں کیلئے جنگ کے سوائے کوئی چارہ نہیں!

(پردہ گرتا ہے)

تیسرا سین

دروناچاریہ کا آشرم۔ چاروں طرف دھنش، گدائیں اور دیگر شمشیر پڑے ہیں۔ دروناچاریہ جی آنے والی جنگ کے تصور سے مغموم نظر آتے ہیں۔ سامنے ویر ارجن بیٹھے ہیں۔

از دفتر رسالہ "اوم"

شری میان جی ________________ نمسکار

گو آپ کے شبھ وچاروں کی رُو سے ہم آپ کو رسالہ "اوم" کا دوامی سرپرست خیال کرتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ اس کی سرپرستی سے کبھی دستکش نہیں ہوں گے۔ تاہم اطلاعاً عرض ہے کہ چندہ کی رُو سے آپ کی معیاد خریداری اس ماہ میں ختم ہے۔ اسلئے آپ کرپا کر کے اپنا سالانہ چندہ بہت جلد ارسال کرنے کی کرپا کریں۔ تاکہ دفتر کے قواعد کے مُطابق آپ کی سیوا میں اگلا پرچہ بذریعہ وی۔ پی ارسال نہ ہو۔ وی۔ پی کی صورت میں خواہ مخواہ آپ کا نقصان ہوتا ہے ______ بوقت خط و کتابت چٹ نمبر کا حوالہ دیکر مشکور فرماویں۔

یوگیہ سیوا سے کرتارتھ کیجئے

آپکا شبھ چنتک

مینیجر رسالہ "اوم"

ارجن:- آچاریہ جی! آپ نہیں دیکھتے ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے ہم نے یُدھ سے بچنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ دریودھن سے پانچ گاؤں کی یاچنا کی۔ لیکن اُس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

درونا چاریہ:- یہ سب کچھ ٹھیک ہے ارجن! میں اسے مانتا ہوں۔

ارجن:- پھر آپ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی چپ ہیں۔

درونا چاریہ:- ہاں چپ ہوں ارجن!

ارجن:- آپ دھرماتما ہیں آچاریہ جی! آپ سے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے ہم نے آپکے قدموں پر بیٹھ کر دھرم کی شکشا لی ہے مہاراج!

درونا چاریہ:- یہ سب کچھ ٹھیک ہے ارجن! لیکن میں کوروؤں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ ان کا نمک میری رگ رگ میں رچ چکا ہے۔ ارجن! میں مجبور ہوں بے بس ہوں۔ سب کچھ جانتا ہوا بھی ادھرم کا ساتھ دینے کے لئے مجبور ہوں۔

(پردہ گرتا ہے)

چوتھا سین

کورو کشیتر کے میدان میں کوروں اور پانڈوؤں کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہیں۔ یودھاؤں کے تیر دشمن کا خون بہانے کے لئے ترکشوں میں تڑپ رہے ہیں۔ دونوں فوجوں کے سینا پتی اپنی اپنی فوج کی ترتیب مکمل کر چکے ہیں یُدھ کا شنکھ بجنے والا ہے۔

ارجن:- مہاراج! میرا رتھ دونوں دلوں کے درمیان لے چلو۔ میں دونوں فوجوں کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔

کرشن:- بہت اچھا!

ارجن:- (دونوں فوجوں کو آمنے سامنے دیکھ کر) اپنے بھائیوں، بچوں، پتاموں کو ایک دوسرے کے خلاف مرنے مارنے کے لئے تیار دیکھ کر میرے انگ شتھل ہو گئے ہیں۔ میرے ہاتھوں سے گانڈیو دھنش گرا جا رہا ہے۔ مہاراج! میں فتح نہیں چاہتا۔ میں راج کے سکھوں کو بھوگنا نہیں چاہتا۔ جن لوگوں کے لئے راج اور سکھ کی ضرورت ہے وہ تمام راج کے سُکھ کی اِچھا کو چھوڑ کر مرنے مارنے کے لئے میدان جنگ میں کھڑے ہیں۔ ہستنا پور کا راج تو کوئی چیز نہیں۔ میں تو تین لوک کے راج کے لئے بھی یُدھ نہیں کرنا چاہتا۔

کرشن:- یہ تیری بھول ہے ارجن! جن لوگوں کو تو اپنا سمجھتا ہے یہ دراصل تیرے نہیں اور پھر آتما امر ہے۔ یہ کبھی نہیں مرتی شستر اُسے کاٹ نہیں سکتے آگ اُسے جلا نہیں سکتی اور پانی اُسے بہا نہیں سکتا۔ جس طرح منش پرانے کپڑوں کو اُتار کر نئے پہن لیتا ہے اسی طرح آتما ایک چولے کو چھوڑ کر دوسرے کو گرہن کر لیتا ہے۔

ارجن:- مہاراج! اگر میں اپنے ان بھائیوں کا بدھ بھی کروں تو بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہونگا یا نہیں۔

کرشن:- یہی تو تیری بھول ہے ارجن! منش کا دھرم ہے کہ دُنیا میں اپنا فرض ادا کرتا جائے اور نتیجہ سے بے نیاز رہے۔ اسے پرماتما پر چھوڑ دے یہی کامیابی کا راستہ اور مکتی کا سیدھا مارگ ہے۔ اس لئے تم اپنے فرض کو ادا کرو۔

ارجن:- مہاراج میرے شکوک دور ہو گئے ہیں میں لڑنے کے لئے تیار ہوں۔

کاش! کہ آج بھی ہمارے نیتا پاکستان کی ذہنیت کو سمجھیں اور گیتا کے انوسار دھرم یُدھ کے لئے تیار ہو جاویں۔ (اوم شم)

گوبند پرکاش (ہندی) مُصنّفہ برہم لین شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج

(شِشیہ شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم۔اے)

چھپ کر تیار ہوگئی ہے۔ اس میں گوبند بھیرو۔ گوبند بہر۔ جلوہ گوبند۔ گوبند لیلا۔ غم کی دوائی۔ گوبند وچار۔ گوبند چمن۔ یہ ساتوں پستکیں اُردو سے ہندی میں کر دی گئی ہیں۔ اُردو۔ فارسی کے مشکل الفاظ کے معنی فٹ نوٹ میں دیدیئے گئے ہیں۔ گوبند بلاس ہندی جو کہ اس کتاب کا ایک حصّہ تھا۔ وہ بھی اس میں آگیا ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ کتاب نایاب ہو چکی تھی۔ اب دیش کی بھاشہ ہندی ہو جانے کے کارن اسے ہندی میں چھپوا دیا گیا ہے۔ اس میں پریم بھگتی۔ ویراگیہ اور گیان کے مضامین کو سوامی جی نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ جو کہ سینکڑوں بھگوت پریمیوں نے اسے ازبر کر رکھا تھا۔ مہاتماؤں۔ جگیاسوؤں کے بار بار اصرار پر سوامی جی کے ششیہ مہاتما دولت رام جی نے اسے ۲۰ پوائنٹ کے موٹے ٹائپ اور سائز $\frac{20\times 30}{8}$ میں بڑھیا سفید کاغذ پر چھپوا دیا ہے۔ اس میں شری سوامی رام تیرتھ جی کا بلاک فوٹو بھی لگوایا ہے۔ یہ پستک پرچار کی خاطر محض لاگت پر دی جا رہی ہے۔ صفحات 644 ہیں۔ سادہ جلد کی قیمت ساڑھے تین روپے (3½) اور کپڑے کی بڑھیا مکمل جلد کی قیمت صرف چار روپے 4/- رکھی گئی ہے۔ ڈاک خرچ دو روپے علاوہ ہوگا۔ ملنے کا پتہ:۔ رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

(۲) فرینڈز پیپر کارپوریشن 707 چاوڑی بازار۔ دہلی۔ (3) بھگوان بھون۔ ریلوے روڈ۔ رشی کیش (یُو۔پی) (4) سوامی پری پُورنانند جی سنگل آشرم۔ سنی کی ریتی۔ رشی کیش (5) منیجر پرملاپ بھون۔ ہردوار (یُو۔پی)۔ (6) لالہ چمن لال بیجدیو۔ اخبار فروش گھنٹہ گھر۔ لدھیانہ۔ (7) پرم ہنس کٹیا۔ پانی پت ضلع کرنال۔ (8) بھگت کانشی رام جی 267۔ ایل۔ ماڈل ٹاؤن کرنال۔

کرشن انک سنہ ۱۹۶۶ء

اگلے سال کا سالنامہ کرشن انک کے نام سے منسوب ہوگا۔ جو کہ یکم جنوری سنہ 1966ء کو شائع ہوگا۔ اس میں برہم گیانی مہاپرشوں کے لیکھ۔ اور جیون مکت سنتوں بھگتوں اور گیانی پرشوں کی جیونیاں (سوانح حیات) اور زندگی کے تجربات۔ نیز مہابھارت کے شانتی پرب کا اختصار بھی درج ہوگا۔ ہماری اپنے معزز لیکھکوں سے پرارتھنا ہے کہ وہ اپنے مضامین ہمیں 15 اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء تک قلمبند کر کے ارسال فرمادیں:۔

(منیجر)

(خوشاب نواسی)

بھگوان سے خطاب

کوی لوکناتھ دل

یہ خواہش حشر تک پوری مری سرکار ہو جائے
مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے

تمہاری آنکھوں سے کچھ گیت متوارے برس جائیں
تمہارے چہرے سے کچھ مست نظارے برس جائیں
تمہارے ہونٹوں سے کچھ ہنسی کے دھارے برس جائیں
یہ مرجھایا ہوا جو باغ ہے گلزار ہو جائے
مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے
یہ خواہش حشر تک پوری مری سرکار ہو جائے

تبسم میری آنکھوں میں یکایک جگمگا اُٹھے
ترنم میرے دل کے ساز پر خود جھنجھنا اُٹھے
تکلم میرے ہونٹوں پر اچانک مسکرا اُٹھے
میرا تاریک گھر اک لمحہ پرانوار ہو جائے
مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے
یہ خواہش حشر تک پوری مری سرکار ہو جائے

اشارے پر تمہارے جان و دل دونوں فدا کر دوں
تمہارے پاؤں پہ سر رکھ کے حق اپنا ادا کر دوں
تمہارے سامنے میں روح کو تن سے جدا کر دوں
تمہارا سامنا بس عمر میں اک بار ہو جائے
مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے
یہ خواہش حشر تک پوری مری سرکار ہو جائے

ہم دکھوں اور مصیبتوں سے کس طرح بچ سکتے ہیں

دھرم راج یدھشٹر کا سوال

راج رشی بھیشم پتامہ جی کا اپدیش روپی جواب

ایک دن دھرم راج یدھشٹر نے راج رشی بھیشم جی سے پوچھا۔ ہے پتامہ آپ سنسار کے سب بیوہاروں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ دھرم کو اور دھرم کے کاموں کو بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے آپ مجھے بتلایئے۔

۱۔ انسان کس طرح کا برتاؤ کرتا ہوا دکھ سے چھوٹ سکتا ہے

۲۔ انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے۔ دنیوی لوگوں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ جس سے دکھ دور رہے اور کبھی انسان کا دل رنجیدہ نہ ہو۔

۳۔ آپ یہ بھی بتلائے کہ دنیا میں وہ کرا انسان کس کرم کو کرتا ہوا۔ اوتم گتی کو پراپت کر سکتا ہے۔ ایسا کونسا کرم ہے جس کے کرنے سے انسان اس گتی کو اس مارگ کو پا سکے کہ جس پر چل کر گذشتہ مہاتماؤں نے سد گتی کو پراپت کیا ہے۔

راج رشی بھیشم کا جواب

مہاراجہ یدھشٹر جی کے سوال کرنے پر بھیشم جی نے جواب دیا۔

ہے۔ راجن! اس بارے میں ایک بہت پرانا اتہاس جو کہ پرہلاد اور اجگر رشی کے سمباد کی شکل میں ہے۔ آپ سے کہتا ہوں اس کے سننے سے تمہارے سب سوالوں کا جواب تمہیں اچھی طرح مل جائے گا۔

ایک دن ادھر ادھر پھرتے ہوئے بدھیمان راجہ پرہلاد نے ایک اجگر نامی براہمن کو دیکھا۔ وہ براہمن بڑا خوش تھا۔ اس کے چہرے پہ آنند دکھائی دیتا تھا۔ وہ بڑا مضبوط اور باہمت تھا۔ تندرست ہی نہیں بلکہ وہ بدھیمان بھی اول درجے کا تھا۔ اس براہمن کو دیکھ کر راجہ پرہلاد نے اس سے پوچھا ہے منی آپ تندرست ہیں۔ شدھ ہیں۔ جتیندریہ ہیں اور آرمبھ کرنے کی اچھا سے رہت ہیں۔ آپ نے اپنی خواہشات کو اپنے بس میں کر لیا ہے۔ آپ کسی کی برائی نہیں کرتے۔ آپ کی بول چال نہایت دلکش ہے۔ آپ بڑے بدھیمان ہو ان گنوں کے ہوتے ہوئے بھی۔ آپ دنیا میں بچے کی طرح گھوم رہے ہو۔ نہ تو آپ لابھ کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ نقصان ہو جانے پر رنج کرتے ہیں۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے سنسار کے پدارتھوں سے سنتشٹ ہو چکے ہیں۔ آپ سنسار کی چیزوں سے سیر ہو چکے ہیں اسلئے آپ سنسار کے جھگڑوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہیں آپ سے پوچھتا ہوں کہ

۱۔ آپ کی پرگیا (بدھی) کیسی ہے۔ (۲) آپکا وید وغیرہ کا پٹھن پاٹھن اور ورتی کیسی ہے۔ (۳) آپ اپنی کیا رائے رکھتے ہیں۔ (۴) آپ نے کہاں تک پڑھا لکھا ہے۔ آپکی چیت ورتی کیسی رہتی ہے۔ کیا چاہتی ہے۔ اگر آپ ان باتوں کا جواب دینا میرے لئے کلیان کاری سمجھیں تو آپ میری باتوں کا جواب دیجئے۔

بھیشم جی کہنے لگے۔ ہے یدھشٹر جب پرہلاد جی نے اجگر رشی سے مندرجہ بالا باتیں پوچھیں تب دھرم کے جاننے والے بدھیمان اجگر رشی میٹھی اور موہنی بانی سے پرہلاد کو یوں کہنے لگے۔

ہے پرہلاد مجھ کو کبھی حالت میں کسی بھی چیز سے نہ ہی آنند ہوتا ہے۔ اور نہ ہی رنج میں چیزوں کو دیکھکر نہ ہی سکھ مانتا ہوں۔ اور نہ ان کے ناش ہو جانے پر دکھ۔ دنیوی چیزوں میں انسان کی

رغبت کا ہونا سوبھاؤ سے دیکھا جاتا ہے۔ دنیوی تراغیب سوبھاؤ کے تابع ہیں۔ میں کسی چیز سے خوش نہیں ہوتا۔ یعنی کسی چیز میں دل نہیں لگاتا۔ ہے پرہلاد میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں جس کا جس سے ملاپ ہوا ہے۔ وہ اس سے الگ ہو رہا ہے سنیوگ کے بعد ویوگ ضرور ہوتا ہے۔ اس طرح جو اکٹھا کیا جاتا ہے اس کا ناش بھی ہوتا ہے۔ جب میں ملاپ کو جدائی روپ میں دیکھتا ہوں تو میرا من کسی بھی چیز میں نہیں لگتا۔ یا کسی کے موہ میں نہیں پھنستا۔ مجھے یہ خیال کبھی نہیں ہوتا۔ کہ ہائے اس کے ساتھ میں بہت دن رہا۔ آنند میں دن گذرے اب اس سے جدائی ہوئی ہے۔ کیسے دن گذریں گے کیسے ہوگا۔ اس طرح کا میں کبھی خیال نہیں کرتا۔ کہ اس چیز کے نہ رہنے سے جو میرے پاس بہت دن سے تھی۔ کوئی ہانی ہوگی۔ میرا اس کے بغیر کوئی کام بگڑے گا۔

مطلب یہ کہ دنیا میں جتنے ہانی لابھ ہوتے ہیں، جتنے سکھ دکھ ہوتے ہیں۔ جیون مرن دکھلائی دیتے ہیں۔ وہ سب سوبھاؤ سے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ان ہانی لابھ وغیرہ کے جھگڑوں اور دکھوں کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ یہ ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔

پیدائش اور فنا لازمی ہے!

ہے اسروں کے راجہ پرہلاد میں جڑ چیتن راجاؤں کو بھی مرتے دیکھ رہا ہوں۔ آکاش میں اڑنے والے پکشی اور بڑے بڑے بلوانوں کو بھی وقت پر مرنا ضرور پڑتا ہے۔ ہے پرہلاد آکاش میں چلتے ہوئے چھوٹے بڑے نکشتروں تاروں کو اپنے اپنے وقت پر گرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح سب پرانیوں کو سب جڑ اور چیتن (بے جان اور جاندار) کو موت کے پنجے میں پھنسا ہوا دیکھ کر اور جان کر میں سب سے یکساں بھاؤ سے اداسین (لاپرواہ) رہتا ہوں۔ اور شواد کام ہوتا ہوا سوتا ہوں۔ مجھ کو کسی بات کی فکر نہیں ہے۔ میں سب چیزوں کو فانی جانتا ہوں۔ دکھ کبھی نہیں مانتا۔ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایک دن ضرور مرے گا۔ یہ قدرتی بات ہے۔ پھر میں کسی چیز کے فنا ہو جانے پر رنج یا کسی چیز کے مل جانے سے خوشی کیوں مناؤں، پیدائش اور فنا سوبھاؤ سے ہوتے ہیں۔ اس کو کوئی کسی طرح مٹانا چاہے۔ تو مٹ نہیں سکتا۔ میں نے اس بات کو اچھی طرح جان لیا ہے۔ اس لئے اب میں آنند کر رہا ہوں۔

سنتوش سے سکھ ملتا ہے۔

کبھی کبھی اچانک بڑے بڑے اور اچھے اچھے لقمے مجھ کو مل جاتے ہیں! اور انکو میں کھاتا ہوں۔ کبھی بہت دن تک بنا کھائے ہی پڑا رہتا ہوں۔ کھانے کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ کبھی کبھی لوگ مجھ کو بہت لذیذ کھانے کھلاتے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے بہت اناج مل جاتا ہے۔ کبھی کبھی بہت تھوڑا ملتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی کچھ ملتا ہی نہیں۔ کبھی کبھی بھوسی میں ہی گذارا کرتا ہوں! اور کبھی کبھی پانی پی کر ہی رہ جاتا ہوں اور کبھی کبھی چاول وغیرہ اچھی چیزیں کھاتا ہوں۔ اور کبھی کبھی بنا سواد کے کھانے جتنے ہیں ان کو کھا لیتا ہوں۔ میں کبھی تو اچھے پلنگ پر سوتا ہوں۔ اور کبھی زمین پر ہی پڑا رہتا ہوں۔ ہے راجن کسی وقت میں ادراسی کے کپڑے ہی پہنتا ہوں۔ اور کبھی بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنتا ہوں۔ اچانک دھرم انوکول پراپت ہوئے اچھے یا برے سامانوں کا میں کبھی ترسکار نہیں کرتا۔ دھرم انوسار کیسی ہی چیز مجھے مل جائے اس کو میں بری نظر سے نہیں دیکھتا۔ کہ بھلی بری چیزیں اپنے گذارے کے لئے کیسی بھی مل جاویں کسی وقت نہ بھی ملیں تو بھی مجھے کوئی فکر نہیں ہوتی۔ میرا یہ خیال بھی نہیں ہوتا۔ کہ آج کھانے کو یا پہننے کو اچھی چیز یا کپڑا مل گیا تو آگے کو بھی ایسا ہی ملتا رہے تو اچھا ہے۔ اچانک جو چیز جس حالت میں مجھے مل جاتی ہے۔ اس سے میں خوش ہو جاتا ہوں۔ میں نے جس طرح اپنے رہن سہن کا ڈھنگ بتلایا ہے وہ میرا برت ہے۔ وہ برت ایسا ویسا نہیں ہے۔ بلکہ اچل ہے۔ جو کبھی چلایمان ہی نہیں ہوتا۔ اس برت کا کبھی ناش نہیں ہو سکتا۔ وہ برت کلیان سروپ ہے۔ اس برت میں آنند ہی آنند ہے۔ یہ برت ودوانوں اور رشی منیوں کے سدھانت کے مطابق ہے۔ ودوان لوگوں نے اس برت کو سچا برت بتلایا ہے۔ اس برت کو مورکھ لوگ نہیں کر سکتے۔ یہ برت اوناشی ہے۔ سدا ایک سا رہتا ہے۔ اس کا ناش کبھی نہیں ہو سکتا اسلئے ایسے کٹھن برت کا میں سیون کر رہا ہوں۔ میں سنتوش یعنی قناعت کو پرم دھرم مانتا ہوں:۔

———

قناعت!

سوامی دھرم داس جی

قناعت عجب چیز فضلِ خدا ہے ÷ بڑی چیز دنیا میں حرص و ہوا ہے
قناعت جو مرض گناہ کی دوا ہے ÷ طمع سب گناہوں کی بیخ و بنا ہے
قناعت ہی ہر اک مشکل کُشا ہے ÷ بدن پھونک دیتا طمع اژدہا ہے
قناعت ہے راہِ وصالِ الٰہی ÷ خدا سے طمع دور پھینکے جدا ہے
قناعت کے آئے سیر ہو دل کو سیری ÷ طمع سے بڑھے دن بدن اشتہا ہے
قناعت سکھاتی ہے علم سچائی ÷ طمع دیتا سبق ریا و دغا ہے
قناعت سے ملتی ہے دلکو صفائی ÷ تمنّا سے ناپاک ہونا برا ہے
قناعت سے ہوتی ہے حاصل جمعیت ÷ پھرائے طمع مثل سگ جا بجا ہے
قناعت ہے مادر وفا و حیا کی ÷ ہوا سے ہوا ہوتی شرم و وفا ہے
قناعت ہے عمدہ وسیلہ خلاصی ÷ گرفتاری کا گھر طمع بے حیا ہے
بہشت برین تم قناعت کو سمجھو ÷ کہاں اور دوزخ طمع کے سوا ہے
قناعت سے ہے آشنائی کسی کی ÷ طمع کا جہاں میں ہر اک آشنا ہے
نہیں زیر آتا جو حرص و ہوا کے ÷ وہی پارسا زاہد و اولیا ہے
بنائے گداگر کو سلطان قناعت ÷ طمع کرتا شاہوں کو عاجز گدا ہے
قناعت کی دولت سے ہو بہرہ ور جو ÷ اُسے ایک سا بادشاہ بے نوا ہے
نہ ہو دور جبتک یہ خواہش کی خواہش ÷ نہیں سیر ہوتی یہ ایسی بلا ہے
گئی جبکہ اٹھ دل سے حاجت کی حاجت ÷ گیا سب ہی تب ہو ختم مدعا ہے

دھرم داس ہر دم کمی ہو ہوس کی!
بدرگاہ مرشد یہی التجا ہے!!

پُورن ویدانت اور جیون کا رس

(پروفیسر نرمل چندر جی)

شری رام کرشن پرم ہنس نے جو روحانیت کا ایک عملی اور خالص نمونہ تھے۔ ایک دفعہ فرمایا تھا۔ کہ ہم لوگ پورے گیانی نہیں ہیں۔ کیونکہ پورے گیانی کا جسم تین ہفتے سے زیادہ رہ نہیں سکتا۔ کیونکہ زندگی کا اصلی راز دلچسپی میں ہے۔ دلچسپی کے سہارے ہی جسمانی قوائے قائم رہ کر صحیح طور پر اپنا اپنا کام کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر بھوک نہ ہو تو مقوی سے مقوی خوراک بھی جسم کو زندگی اور طاقت نہ دے پائیگی۔ اگر پڑھنے کا شوق نہ ہو۔ تو اول تو سبق کو سمجھنا مشکل ہوگا اور اگر سمجھا بھی گیا تو جلدی ہی پڑھا پڑھایا بھول جائے گا۔ غرض سارے وجود اور زندگی پر یہ قانون حاوی ہے۔ اگر کسی فرد کے اندر نہ تو جسمانی بھوک اور نہ ہی جینے کا شوق ہو۔ تو کوئی بھی غذا یا دوا اسے بہت دیر تک زندہ یا طاقتور نہیں رکھ سکے گی۔ اور وہ زندگی سے جس قدر اداس اور بیزار ہوگا۔ اسی قدر تیز رفتاری سے ہی اس کے سب قوائے کمزور ہوتے ہوتے ختم ہو جائیں گے۔ ادادت ہی زندگی کی اصلی جان ہے۔ خوراک تو زندگی کے لئے صرف مواد مہیا کرتی ہے۔ خود زندگی نہیں دے سکتی۔

سوامی رام تیرتھ جی خلوص اور یکسوئی کی ایک غیر معمولی مثال تھے مگر انہیں عقیدے کے مطابق شریر اور جگت (دنیتی اور سمشٹی شریر) میں آستھا نہ رہی تھی۔ ان کا یہی نشچے اور اپدیش تھا۔ کہ "صرف ایک حقیقت موجود ہے اور باقی تمام اختلافات موہوم خوابات ہیں۔ اسی لئے وہ اکثر اوقات ہمہ اپنے اپدیش کے دوران میں ہی جسمانی شعور کھو بیٹھتے تھے۔ ان کا یقین تھا۔ کہ شریر بار بار بدھ کی وجہ سے بھاس رہا ہے اور بار بار بدھ کے ختم ہوتے ہی یہ اپنے آپ ہی جھڑ جائے گا۔

ملتے ہوئے جگت گورو شری شنکر آچاریہ فرماتے ہیں۔ کہ پورن گیانی کے لئے اس کا شریر ایسا ہے جیسے گنٹو کے گلے میں مالا۔ گنٹو مالا کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ کہ رہے یا نہ رہے۔

مہرشی وششٹ جی نے بھی فرمایا ہے کہ شریر کا جھوٹا وہم ہمیں بیتال کی مانند چمٹ رہا ہے۔ آتم ساکشات کار ہوتے ہی شریر اور جگت دونوں کا وہم جاتا رہے گا۔

ویدانت ایک نہایت شاندار فلسفہ وحدت وجود ہے۔ جس کے مقابلہ میں کوئی اور عقلی اس طرح فلسفہ ٹک نہیں سکتا۔ جس طرح شیر کے روبرو دوسرے جنگلی جانور۔ مگر صرف ایک نقطہ کے پھیرنے سے ہی "غ" (آپ)۔ کو "غ" (غیر) میں بدل ڈالا ہے۔ جو ہے وہ تو سدا موجود ہی ہے۔ ایک لا غیر وجود مطلق "ہستی پاک" کے سوا کچھ نہیں ہے مگر وہ ذات بے رنگ روشنی کی مانند نرگن ہوتی ہوئی بھی اتھاہ رنگوں کی مانند چشمہ صفات بھی ہے۔ وہ صرف ستا (بُود) ہی نہیں بلکہ شانتی بھی ہے۔ "صرف ذات لا یزال ہی نہیں۔ بلکہ مخزن جلال و جمال بھی ہے۔ برہم اپنی مایا رکھتا ہے۔ یہی تو اس کی ابدی شان ہے۔ اور اس کی اپنی شان ہی اسے اسی طرح چھپائے ہوئے ہے جیسے کہ تاب خورشید ہی سوریہ درشن میں مانع ہو جاتی ہے۔ بقول صوفی۔

ذات او را حجز صفات او حجابے ہست نیست
کائنات از مہر روش غیر تابے ہست نیست

"اُسکی ذات پر اس کی اور اپنی صفات کے سوا اور کوئی پردہ نہیں ہے۔ یہ کائنات اس کے چہرے کی چمک دمک کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

صرف ایک ذات حق موجود ہے۔ مگر وہ اپنی بے پایاں اور ابدی شان اور قدر و قیمت رکھتی ہے۔ یہی شان ہی

تو گیتا کی برہم بھوتی (برہم کی اپنی پرکرتی) ہے۔ جو برہم کے نج سوبھاؤ سے نمودار ہو رہی ہے۔ برہم ہی جگت کے روپ میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔ یہی وراٹ درشن ہے۔ کیونکہ وہ صرف ہے (سن ماتر) نہیں بلکہ عین زندگی و نور و سرور ہے (پران نے جیوتر نے) اور آنند سروپ ہے۔ اسے کوئی اپادھی نہیں لگ رہی اور نہ کبھی لگ سکتی ہے۔ وہ آپ (درشٹا) ہی اپنا چہرہ (درشیہ) دیکھ رہا ہے۔ اپنا ہی وشو بیاپی گیت سن رہا ہے۔ سب کے اندر بھی آپ ہے اور سب کے باہر بھی آپ ہے۔ نزدیک سے نزدیک اور دور سے دور ہے۔ اپنی ذات میں سکون مطلق مگر اپنی صفات ہرچیا اور دنا تما حرکت پذیر ہے۔ اس کے سوا خیالی یا واقعی طور سے کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ انیک آنکھوں میں ایک ادویت درشٹا ہی اپنا درشن کر رہا ہے کیول ایک اکھنڈ۔ ادویت ستیہ ہی بھرپور ہو رہا ہے۔ اپنے آپ میں۔"

"وہ پورن ہے۔ یہ پورن۔ پورن سے پورن کی اتپتی ہو رہی ہے۔ پورن کو پورن یا (لے) کر بھی باقی پورن ہی رہ جاتا ہے۔

یہ ہے پورن ویدانت کا شانتی منتر جو جیون کو سمپورن کرتا ہے۔ جیون سے چھٹکارہ دینے کی بجائے اسے پورنتا دیتا ہے۔ اور یہی جیون کا پریم آنند ہے۔ جیون کو بھلانے یا لے کرنے میں کوئی زندہ سرور نہیں ہے۔ مستی زندگی کی ایک منفی قیمت ہے۔ مثبت نہیں۔ مستی کمزوروں کے لئے ہے۔ ویروں کے لئے نہیں۔ ویر ہی تو دکھ کو آنند میں بدلنا جانتے ہیں۔ مایا برہم کا اپنا چمتکار ہے کوئی وہم نہیں۔ مایا ہی انیک اور نت نئے سے نئے روپوں میں برہم کا پریم درشن کراتی ہے جس طرح درخت ہی اپنی شگفتگی اور بہار کے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسی طرح مایا ہی برہم کی پرکاش ہے۔ کارلائل نے ٹھیک کہا تھا "کہ زمانہ برہم کی چمکیلی پوشاک ہے۔ جو گیانی کو برہم درشن کراتی ہے مگر اگیانی کے لئے وہ پردہ ہو جاتی ہے۔"

پورن ویدانت کہتا ہے۔ کہ جگت کا ہر ایک درشیہ اننیہ ہے مگر دھوکہ نہیں۔ کیونکہ واقعی طور پر موجود ہے۔ مگر لگاتار اس کی تجدید ہو رہی ہے۔ اس تجدید کے سوا جینے کا رس ختم ہو جاتا ہے۔ راگ تب تک ہی میٹھا لگتا ہے۔ جب تک وہ بدلتا رہتا ہے۔ تبدیلی ختم ہونے پر راگ راگ ہی نہیں رہتا۔ ناچ ناچ نہیں رہتا۔ "متغیر" اور "بے تغیر"۔ محدود اور غیر محدود۔ ناظر و منظور۔ روشنی اور اندھیرا ایک دوسرے کو معنی دیتے ہیں۔ یہی حال جڑ اور چیتن کا ہے۔

"دماغ کے بغیر شعور۔ آنکھ کے بغیر بصارت اور کان کے سوا شنوائی محال ہے۔" حقیقت۔ جان اور خوبصورتی کل میں ہے صرف اجزا میں نہیں۔ حقیقت اپنے بے شمار پہلو رکھتی ہے۔ اور اس کا کوئی پہلو بھی منفی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ سب ایک اکھنڈ ہے۔

یہی پورن ویدانت اور راز ہستی ہے۔ یہ پورنتا اور سپھلتا کا سندیش ہے۔ کہ کلی اور حقیقی نظر سے کچھ بھی گھٹیا یا بے معنی نہیں ہے۔ بے معنی بھی اپنی منفیت سے بامعنی کو ثابت اور روشن کرتا ہے۔ جیسے 'نہیں' کا علم نہیں۔ وہ "ہے" کو بھی پہچان نہیں سکتا۔ اناتما آتم درشن کا ہی اپنا اصولیہ درپن ہے

پورن ویدانت کی درشٹی میں سب ہی ستیہ ہے اور کچھ ضرر ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہستی ہی آئینہ ہستی ہے اور موت ہی آئینہ زیست ہے۔ سب کچھ پرمعنی ہے۔

راقم پکا مایا وادی تھا۔ کیونکہ ہر طرف سے یہی سندیش ملتا تھا۔ مگر ۲۲ء ۶ میں اپنے باطن سے ہی کشف حقیقت کی جھلک ملی۔ تب سے ست۔ اَست۔ چیتن جڑ۔ میں اور تو اور مادہ اور سپرٹ کا تخالف جاتا رہا۔ انہی دنوں میں پورن دھرم کا گرنتھ لکھا اور شائع کیا گیا اور اسی روشنی میں نئے جیون کا آغاز ہوا۔ پورن ویدانت کی روشنی میں بات کھل گئی۔ کہ جسمانی صحت اور ذہنی خوشی کا راز کلیت میں ہے جسم سے انکار اور روح کے اقرار میں نہیں۔ ہستی کے ان دونوں پہلوؤں کو ہی مناسب توجہ اور قدر و قیمت دینی ہو گی۔ جسم کو بھلانے اور ذات میں ڈوبنے کی کوشش الپورن ویدانت کا پھل ہے اور یہ یک طرفہ پن زندگی کی سالمیت اور صحت میں مخل ہوتا ہے۔ جسم یا روح میں سے کسی پہلو کا نرادر

کرنے والا شخص اپنی صحت قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیوں کہ صحت کا راز سالمیت میں ہے اور جزویت میں نہیں۔

پورن ویدانت صحت و طاقت و سرور دیتا ہے۔ مگر مایا وادی ویدانت زندگی کی جڑ پر بھی کاری ضرب لگاتا تھا۔ اور ڈھونڈنا ہی سکھاتا ہے۔

میری عمر اس وقت 85 سال ہے۔ "پورن دھرم" کی اشاعت کے بعد میں نے اس سال صفدر جنگ ہاسپٹل نئی دلّی میں اپنا مکمل جسمانی معائنہ کرانے پر یہ تجربی تصدیق حاصل کی ہے کہ اس وجود کا ہر پہلو ہی حسب عمر صحت مند ہے کسی بھی حصے میں کوئی بیماری نہیں ہے! اور یہ امتحان اپنی طرف سے نہیں بلکہ مرکزی محکمہ صحت کی طرف سے چار روز میں ختم ہوا تھا۔ اور اب راقم نے محسوس کیا ہے۔ کہ اگر بھارت اسی پرتھوی پر نوع انسان کی کوئی بڑی سے بڑی خدمت کر سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ کہ وہ پورن ویدانت کے پورن ستیہ کو خود جذب کرتا ہوا اسے سارے سنسار میں پھیلا کر اسے سورگ میں بدل دے۔

ہم یہاں حقیقت کے کسی پہلو کی تحقیر یا اس سے فرار کے لئے وجود میں نہیں آتے۔ ہمارے جینے کا مقصد واقعیت کو سمجھنا اور اسے اپنے اندر سے نیا روپ دینا ہے۔ پرکرتی سے انکار خود زندگی سے انکار ہی ہے۔ ہمارا انسانی وجود پرکرتی کو سمجھنے اور اسے اپنی اندرونی پرا پرکرتی کی روشنی میں بدلنے کیلئے ہے۔ خود زندگی کو ہی ختم کر کے ذات میں محو ہونے کے لئے نہیں۔ زندگی کا رخ اندر سے باہر اور ماضی سے مستقبل کو ہے۔ باہر سے اپنے اندر سمٹ جانے کا نہیں۔ زندگی ہمارے وجود اور ماحول کے تعلق میں ہے۔ اس لئے ماحول کو جھٹلا لیتے یا اس سے انکار کر لیتے ہیں کوئی سمجھداری نہیں۔ سائنس ہمیں پرکرتی کا گیان دیتی ہے اور ہم اسے بدلنے کے قابل ہوتے ہیں۔ پرکرتی اور پرش کو ایک دوسرے سے بے تعلق کرنے کی کوشش ایک طرح کی خودکشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پورن سے ہی سب کچھ ہوا ہے اور پورنتا کے پرکاش کیلئے ہے اور جو کچھ بھی ہے وہ پورنتا کے پرکاش کا ضروری سامان ہے۔"

مےِ توحید

شری گوپالداس مسرورؔ

مےِ وحدت کے مستانوں سے پابندی نہیں ہوتی
تری اُلفت کے دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

جہاں چاہا وہیں سر کو جھکا یا تیرے سجدے میں
گوارا تیرے دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

جہاں ہو رنگ و بُو تیری وہیں پر بیٹھ جاتے ہیں
گُلستانوں کے دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

مےِ توحید کے عاشق لگا لیتے ہیں خُم منہ سے
کہ پیمانوں کی مستانوں سے پابندی نہیں ہوتی

جہاں آئی نظر مشعل وہیں پر ہو گئے قرباں
جہاں ہو نُور پروانوں سے پابندی نہیں ہوتی

نکلجاتے ہیں وحشت میں گلستاں کیطرف وحشی
بیابانوں کی دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

ہر اک سجدے میں دیکھا ہے حرم اور دیر کا نقشہ
مگر مسرور انسانوں سے پابندی نہیں ہوتی

ایک خط کسی کے نام

از حکیم رمیلداس مُضطر

بنام اوکہ او نام ندارد ٭ بہر نامے کہ خواہی سر برآرد

ترجمہ۔ اس کے نام کہ جس کا کوئی نام نہیں۔ (لیکن) جس کے نام سے ہی اسے پکارو۔ اُسی نام سے آواز دیتا ہے۔ (جواب دیتا ہے)

پیارے پریتم۔ نرالے پریتم۔ انوکھے پریتم۔ آج تیرے اس متوالے کا دل چاہتا ہے کہ تجھے ایک خط لکھوں۔ لیکن اس خط میں کیا لکھنا ہوگا۔ یہ تو معلوم ہی نہیں۔ ہاں ہوگا تو یہی شکوہ شکایت محبت کی رمزیں، پریم و پیار کی باتیں۔ وصال اور جُدائی کی سرگذشت اس کے علاوہ ایک پریمی اپنے پریتم کو اور لکھ ہی کیا سکتا ہے۔ خیر اس خط میں یہی کچھ ہوگا۔ یا کچھ اور۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہوگا تو ضرور۔ اور یہ بھی یقین ہے۔ کہ جو کچھ ہوگا وہ تیرا ہی ذکر ہوگا۔ بھلا اس کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ کیا ایک سچا پریمی اپنے پریتم کو سوائے اس کے ذکر کے اور کچھ لکھ سکتا ہے؟ کیا ایک سچے عاشق کو سوائے اپنے محبوب کے ذکر اذکار کے علاوہ کوئی دوسری بات پسند کرتا ہے۔ تو وہ عاشق صادق نہیں۔ بلکہ ریاکار ہے۔ فریبی ہے دھوکے باز اور خود فریب ہے۔

ایک دن کسی پروانے (عاشق صادق) کے کان میں آواز آئی۔ کہ اے بھائیو۔ اے پروانو آؤ بازار چلیں۔ وہاں شمع جل رہی ہے عاشق صادق نے پوچھا تو کون ہے؟ اور تجھے کس نے کہا کہ شمع جل رہی ہے؟۔ جواب دیا۔ کہ میں ہوں پروانہ۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھکر آیا ہوں۔ کہ واقعی شمع جل رہی تھی ...... عاشق صادق ہنسا بولا پاگل کہیں کا۔ جھوٹا کہیں کا۔ اگر تو پروانہ ہوتا! اور اپنی آنکھوں سے شمع جلتی دیکھتا تو وہیں جل کر مر جاتا۔ اپنی زندگی قربان نہ کر دیتا۔ یہاں آکر آوازیں لگانے کا کیا کام۔ کیا تو نے نہیں سُنا کہ سے کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد ٭ یعنی جس عاشق کو اس معشوق حقیقی کا وصال نصیب ہوا ہے پھر اس کی خبر کسی نے نہیں پائی ــــ مطلب۔ یہ کہ عاشق صادق ذکر ما سوا سے کوسوں دُور رہتے ہیں۔ وہ جو کچھ سُنتے ہیں! اپنے پریتم کی بات سنتے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں اپنے پریتم کی بات کہتے ہیں......

پیارے پریتم۔ میں تو تجھے خط لکھنے بیٹھا تھا۔ لیکن یہ کیا لکھدیا۔ کس مطلب کے اظہار کے لئے قلم اُٹھایا تھا اور کیا کچھ تحریر کر دیا۔ لیکن کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ لاچار ہوں کیونکہ اس سر میں اس دماغ میں صرف تیرا ہی سودا بھرا ہے! اور جو سودائی ہے۔ وہ سیدھی بات کہاں کرتا ہے کوئی بات کہیں کی۔ کوئی کہیں کی۔ جو کچھ دماغ میں آیا وہی کچھ یا تو زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا ہاتھ میں قلم لے کر کاغذ پر لکیروں کی صورت میں بکھیر دیا۔

ہاں تو میرے پریتم۔ میں تجھے ایک خط لکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن خط لکھنے سے پہلے یہ فکر دامن گیر ہوئی۔ کہ خط لکھکر بھیجوں گا کہاں؟ خط تو اُس کو لکھا جاتا ہے۔ جو کہیں دُور دراز ملک میں رہتا ہو۔ جو تھوڑے یا بہت فاصلہ پر رہتا ہو۔ لیکن تُو تو اے میرے محبُوب مجھ سے دُور نہیں تیرے میرے درمیان کچھ فاصلہ بھی نہیں۔ پھر خط لکھوں تو کہاں؟ عجیب کشمکش سی ہو رہی ہے اس تیرے دیوانے کے دل اور دماغ میں۔ جھگڑا چل رہا ہے ان دونوں میں۔ جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر دل مجبور کر رہا ہے۔ کہ اپنے پریتم کو خط لکھو اور ضرور لکھو۔ لیکن دماغ کہتا ہے کہ بھلے مانس خط کہاں لکھو گے۔ پہلے اس کا پتہ نشان تو بتاؤ۔ کسی ایسے واقف کی تلاش کرو جو اس کا پورا پتہ بتا دے پھر خط لکھو..... پریتم ابھی دل دماغ کی یہ بات سُن کر کچھ سوچ رہا تھا۔ کہ دماغ نے پھر کہا۔ کہ اے دل۔ اپنے محبُوب کا نام بھی دریافت کر لینا.........

دماغ کی یہ باتیں سوچ کر دل کچھ فکر میں پڑ گیا۔ کیونکہ بات درست تھی۔ اب دل سوچنے لگا کہ میں تجھے کس نام سے خط لکھوں

جبکہ تیرا کوئی نام نہیں۔ کس پتہ پر لکھوں جبکہ تیرا کوئی مکان نہیں...... اس فکر میں جب دل اپنے اندر غوطہ زن ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد خوشی سے جھومنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ میرے پریتم۔ یہ ٹھیک ہے کہ تیرا کوئی نام نہیں لیکن یہ سب نام کس کے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ میرا کوئی مکان نہیں۔ لیکن ان تمام مکانوں کا مکیں کون ہے؟ یعنی دراصل سب نام تیرے اور سب مکان بھی تیرے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

کون سا ہے وہ مکاں جس جا نہیں اسکا نشاں؟
حق ہی حق ہے حق ہی حق کیا نہاں اور کیا عیاں؟

شب کی تاریکی ہے کس کا رخ ذرا یہ بھی بتا!
روشنی کے چہرہ میں یہ کون ہے جلوہ نما؟

کس کی جلوہ گاہ ہے مسجد کون مندر میں چھپا؟
شیخ و براہمن دیتے ہیں جس لامکاں کا یہ پتہ

دیکھ سبزہ زار میں یہ لہلاتا کون ہے!
اور بلبل کی صداؤں میں چہچہاتا کون ہے؟

کعبہ میں جلوہ ہے کس کا اور میخانہ میں کون؟
کون ہے گنگا میں اور زمزم کے پیمانہ میں کون؟

کون ہے معشوق میں ناز و ادا یہ کر رہا؟
کون عاشق ہو کے اس ناز و ادا پہ مر رہا؟

کون آتا ہے نظر طیور کے بھی پرواز میں؟
کس کا نغمہ سنتے ہیں ہم ساز کی آواز میں؟

کون ہے جس کی بلندی کی نہیں کچھ انتہا؟
کون ہے اوج ثریا کون ہے تحت الثریٰ؟

کون ہے شمس و قمر میں کون ہے افلاک میں؟
کون ہے اس بحر و بر میں کون ہے اس خاک میں؟

کون کالے بادلوں میں رعد بن کر آ گیا؟
کون بادل بن کے برسا کون بن دریا گیا؟

کیا بتائیں کون ہے؟ جس کا نہ ہو نام و نشاں
اور ہوں سب نام جس کے ہر جگہ جس کا مکاں

مفلسی اور اس کا روحانی علاج

شری بھاگ مل جی ساہنی

مفلسی کے ساتھ تمہارا برتاؤ ٹھیک اسی طرح ہونا چاہئے جیسا تم بیماری کے ساتھ کرتے ہو۔ کیونکہ مفلسی جملہ اقسام کے پاپوں اور گناہوں کی بیج و بنیاد ہے اس کی وجہ سے انسان کو میدان عمل میں فٹ بال کے مانند سب کے لات گھونسے سہنے پڑتے ہیں کہنے والوں نے سچ کہا ہے۔

" جس کے پاس نہیں پیسا وہ بھلا مانس کیسا "

" اشرفی والا اشرف ہے جہاں روپیہ بولتا ہے وہاں سب خاموش ہو جاتے ہیں "

زر ہے تو نر ہے ورنہ خر ہے۔

شاعر بھی کہتا ہے ۔ زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ - پردار تو اڑتے ہیں بے پر کا خدا حافظ

مفلس زندگی میں ہم موجودہ گھوڑ دوڑ میں دوسرے کھلاڑیوں کے پہلو بہ پہلو نہیں چل سکتے۔ یہی نہیں ہم روحانیت میں بھی نہیں چل سکتے ۔ ایک مہاتما کا ذکر ہے جب اس کے پاس جگیاسو اپدیش لینے کے آیا کرتے تھے تو وہ ان سے پہلا سوال یہ کیا کرتے تھے کہ آیا تمہارے گھریلو حالات اچھے چل رہے ہیں مالی کمزوری تو نہیں۔ اگر تو وہ یہ کہہ دیتے ۔ کہ مالی حالت اچھی ہے اور گھر کے جملہ کام بخوبی سرانجام پا رہے ہیں اور مالی مشکلات بالکل نہیں تو پھر وہ اپدیش دیا کرتے تھے اگر کوئی یہ کہہ دیتا کہ اسے مالی مشکلات ہیں تو پھر اسے اپدیش دینے سے انکار کر دیا کرتے تھے اور صاف صاف کہہ دیتے تھے کہ پہلے مالی کمزوری کو دور کر لو پھر اپدیش دونگا۔

گوروبانی (گورو گرنتھ صاحب) میں کبیر جی کا ایک شبد ہے۔ ہوں بھوکے بھگت نہ کیجے یہ مالا اپنی لیجے

ہوں مانگوں سنتن رینا - میں ناہیں کسی کا دینا
مادھو کیسے بنے تدھ سنگے - آپ نہ دیو تو لیوں منگے

ایک رہاؤ

دو سیر مانگوں چونا - پاؤ گھیو سنگ لونا
کھاٹ مانگوں چوپائی - سرہانہ اور تلائی
اوپر کو مانگو کھیدا - تیری بھگت کرے جن بھیدا
میں ناہیں کیتو لبو - اک نام تیرا میں پھبو
کہے کبیر من مانیا - من مانیا تو ہر جانیا

انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ حیوان جہاں ہے وہاں بندھا ہوا اڑا رہتا ہے۔ انسان میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ جس شئے کو پسند کرتا ہے اس کو حاصل کرکے چھوڑتا ہے یعنی جس چیز کو چاہتا ہے اس کو کھینچ کر اپنا بنا لیتا ہے جہاں تک کہ وہ لامحدود کی خواہش کرتا ہوا اس سے ہمکنار ہوتا ہے۔

اے میرے خوش پڑھنے والو! اگر تم میں سے آج کسی کی زندگی شاندار نہیں ہے مت گھبراؤ ہمارے ارد گرد

سب کچھ موجود ہے۔ کونسی چیز ہے جو اس سنسار میں نہیں ہے۔ ہم ایشور میں رہتے ہیں اس میں جیتے ہیں وہ ہمارے اردگرد ہے اور وہی ہر شے کا دار و مدار۔ خزانہ اور بھنڈار ہے یا یوں کہو کہ ہر انسان کے اندر ایک جیتی جاگتی طاقت (ایشور یا آتما) ہے یہ مرکز انسان کی جملہ طاقتوں کا بھنڈار ہے۔ جہاں سے جس شے کو چاہیں اس کو محض اپنی مقناطیسی دھار، اپنی کشش، اپنے زبردست خیال اور اپنی قوت ارادی سے اپنی جانب کھینچ سکتے ہیں۔ اور جس طرح چاہیں اسکو شکل وصورت دے سکتے ہیں یعنی انسان کی آتما میں تمام لیاقت تمام قابلیت کا بھنڈار ہے جس وقت وہ اپنی طاقتوں کو خیال کی شکل وصورت میں تبدیل کرتا ہے اور جدھر اس کے خیال کی دھار جاتی ہے اس جانب سے رسد رسانی کا سامان خود بخود چلا آتا ہے ہم کو محض مضبوط ارادے سے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کو کونسی چیز درکار ہے۔ ہم بھوکے پیاسے مفلس اور تکلیف زدہ ہیں تو محض اس لئے کہ ہم اس کے حاصل کرنے کے راز سے ناواقف ہیں اگر کسی طرح اس کی سمجھ آجائے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا سیکھ لیا جائے پھر کام بنا بنایا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم اپنے خیال کی دنیا میں۔ اپنی خواہش اپنی مانگ کو نہایت مضبوطی سے قائم کرکے قدرت کے چمن میں تمام تر سرگرمی، تمام تر دل کی طاقت اس خواہش کے اردگرد لگا دیں جو ہمارا مطلوب ہے یقین رکھو کہ پھر کبھی ناکامیابی نہیں ہو سکتی۔

جس کسی نے خواہش اور ارادہ کے قانون کو بخوبی سمجھ لیا تو اس کی خواہش اور مانگ ایک زندہ معجزہ اور کرامات بن گئی۔ اسے انگریزی میں ڈیمانڈ اینڈ سپلائی کا اصول کہتے ہیں یعنی جہاں جس چیز کی سچی خواہش یا مانگ ہوتی ہے۔ قدرت خود بخود اس کے مہیا کرنے کے سامان پیدا کر دیتی ہے۔ مجال کیا ہے کہ انسان کسی چیز کی صادق خواہش کرے اور نہ ملے۔ کیونکہ ہم کسی اونچی طاقت اعلیٰ ترین ظہور ہیں اور یہ ہمارا پیدائشی حق ہے کہ ہم حکم دیں اور دوسرے ہماری اطاعت کریں سارا قصور اپنے خیال کا ہے اپنے دل کا ہے اپنی سمجھ کا ہے۔ اپنی قوت ارادی کا ہے۔ جس شے کی خواہش کرو اس کا حصول تمہارے لئے موت اور زندگی کا سوال بن جائے کسی شے کے حصول کا راز انسان کی قوت ارادی میں ہے اس کے خیال اور خیال کی طاقت میں ہے۔

یہ ناقابل تردید قدرتی قانون ہے کہ آپ کو جس شے کی سچی مانگ ہوتی ہے وہ لازم مہیا کی جاتی ہے۔ روپیہ ہو، علم ہو، دنیاوی ترقی ہو، روحانی ترقی ہو غرضیکہ کیسی ہی خواہش ہو محض صادق طلب چاہیئے۔ دل کے اندرونی پردے میں خیال (سچی خواہش) کی لہر اٹھنے کی دیر ہے جہاں اور جب اس میں تیزی اور مضبوطی آنے لگی پھر وہ کسی کے دبائے نہیں دبتی اور زبردست مانگ کی نظر نہ آنے والی قوت کبھی رائیگاں نہیں جاتی جلد یا دیر میں اپنا اثر دکھا کر تب چین لیتی ہے۔ ڈیمانڈ اینڈ سپلائی کا ہمہ گیر اور عالمگیر قانون اپنے عجیب وغریب طریقہ سے کام کرتا ہے حضرت مسیح کا مقولہ ہے۔ " مانگو اور تم کو ملے گا کھٹکھٹاؤ اور تمہارے لئے کھولا جائے گا۔"

افلاس اور دولت نیکی اور بدی ایسی حالتیں ہیں جن کو ہمارا دل گھڑتا ہے من کی رفتار کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دو جہاں رنج ہے وہاں خوشی ہو جائے گی کوئی مانے نہ مانے ہم خود ہی اپنی قسمت کو پلٹ سکتے ہیں محض مانگنے کی دیر ہے ایک دفعہ اس کو زور پکڑنے دو پھر مہیا کرنے کا سامان قدرت میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔

ہم خود ہی مفلس اور نادار بنے ہوئے ہیں۔ ہم ہی تھے جس کی خواہش نے ہمیں مفلسی کے غار میں لاکر گرا دیا۔ ہماری حیثیت دنیا میں مالک کی ہے ہم قدرت کے شہزادے ہیں ہمارے بگاڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے ہم خود ہی اپنی بہتری اور ابتری کے ذمہ دار ہیں ہم کو کوئی محدود نہیں کر سکتا ہم خود ہی سکڑ سکڑ کر محدود ہو جاتے ہیں یہ پرکرتی کا اٹل قانون ہے جسکی اپیل نہیں۔

ابتری اور بہتری محض اتفاقیہ امور نہیں اور نہ ہی اُس کے کاروبار بلا سبب ہوتے ہیں ہر شے کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے یعنی یہاں ہر فعل سے پہلے سبب کا ہونا قدرت کی حکمت ہے۔ اور یہ وسیع اور لمبی چوڑی کائنات علت و معلول (کارن کارج) کے اٹل قانون کے ماتحت قائم کی گئی ہے۔

دنیا میں تین قسموں کے انسان ہیں ایک وہ ہیں جو کمزور بزدل تنگدل اپاہج اور کم حوصلہ ہیں ان کو سخت جسمانی محنت کرنے کے باوجود بھی پیٹ کی روٹی اور تن کے لئے کپڑا میسر نہیں ہوتا۔ وہ دائم بھوکے پیاسے اور مفلس ہی رہتے ہیں کیونکہ وہ کسی شے کے حاصل کرنے کے راز سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جنکی قوتِ ارادی بڑی زبردست ہے جنکی مانگ (Demand) میں بڑی مضبوطی ہے جنکو اپنی قوتِ بازو پر بڑا بھروسہ اور یقین ہے وہ اپنی کشش، اپنے مضبوط ارادے اور اپنے زبردست خیال سے جس چیز کو چاہیں حاصل کر سکتے ہیں اور جس طرح چاہیں اپنے خیال کو شکل و صورت دے سکتے ہیں انہیں اپنے اندر کی جیتی جاگتی طاقت (ایشور) پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ تیسری قسم کے وہ انسان ہیں جو پورن گیانی ہیں جو ذات سے ایک ہو چکے ہیں ان کے نزدیک کسی قسم کی ڈیمانڈ کا سوال بے معنی ہو جاتا ہے ان کی جسمانی ضروریات عالمگیر زندگی یا بھگوان کی خود اپنی ضروریات ہو جاتی ہیں ان کی درشٹی میں جسمانی ضرورت کو پیدا اور پورا کرنے والی ایک ہی زندہ طاقت (آتما) ہے جو ان کا اپنا آپ ہے۔ وہ غم اور خوف سے پوری طرح آزاد ہوتے ہیں وہ بھگوان سے ایکتا کے الوکک گیان کو حاصل کر کرت کرت ہو جاتے ہیں اور اس اعلیٰ مرتبہ پر وہ کسی دُنیاوی شے کے محتاج نہیں ہوتے۔ جیون کے پھل کو پورن روپ سے پراپت کر کے سپھل کام ہو جاتے ہیں مستیٔ مجسم سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اسی درجہ کے مہان پُرش تھے۔

ؔ۱ ایک دفعہ سکندر اعظم اپنے خاص الخاص وزیر کے ساتھ حکیم دیوجانس کی ملاقات کو آیا۔ آتے ہی خودی میں اُس کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ سکندر کا خیال تھا کہ حکیم ضرور بالضرور اسکی عزت اور تعظیم کو کھڑا ہو جائے گا۔ چونکہ وہ خود دار اور خود مختار تھا اور جملہ دنیوی خواہشات سے بالاتر تھا اس نے سکندر کی بالکل پرواہ نہ کی اس حالت کو دیکھ کر اس کا وزیر آگے بڑھا اور حکیم سے یوں مخاطب ہوا "عالی جناب سکندر اعظم والئے یونان اور فاتح دنیا آپ سے ملنے تشریف لائے ہیں یہ سُن کر حکیم نے اپنا سر اونچا کیا اور مسکراتے ہوئے یوں کہا۔ "جس سکندر کو دُنیا کی ہوا و ہوس ادھر اُدھر بھٹکائے پھرتی ہے۔ کیا وہ شہنشاہ ہے! وہ تو دُنیا کا غلام ہے اس کے جذبات اس کے بس میں نہیں۔ اگر اس کے دل کے بخیوں کو اُدھیڑ کر دیکھو تو تمہیں اُس میں غلامی اور خواہشات دنیوی کے نشانات کے سوا اور کچھ نہ ملے گا۔ — سچا بادشاہ اور فاتح دُنیا تو میں ہوں جو اپنے دل کو قائم رکھتا ہوں ؎

من کے ہارے ہار ہے من جیتے جگت جیت"

سکندر اس لاپرواہ حکیم کو دیکھ کر اپنے دل میں بہت حیران اور متعجب ہوا، اور وزیر نے دوبارہ حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ سکندر بہت کچھ مال و متاع آپ کے لئے لایا ہے آپ براہ کرم اُسے قبول فرماویں۔ جواب میں حکیم نے کہا "میرے پاس خدائے حقیقی کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے۔ مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔" آخر سکندر سے نہ رہا گیا تو اس نے نہایت عاجزانہ لب و لہجہ میں کہا "مجھ سے کچھ تو خدمت لیجئے"۔ حکیم نے بہت زور مار کر کہا تو میری دُھوپ روکے کھڑا ہے اس کو چھوڑ دے بس یہی تیری خدمت ہے۔"

(باقی پھر)

امیروں کا دھرم

از قلم راستباز جناب
ہرگوبند جی ریٹائرڈ پی سی ایس

سچ پوچھو تو دھرم کی سب سے زیادہ ضرورت امیروں کو ہے۔ کیوں کہ اس وقت وہ اپنے پچھلے کرموں کی بدولت خوشحال ہیں مگر اس دولت کی دیوی کو کروٹ بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اس لئے دولت مندوں کو ہر ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا چاہیئے مبادا ذرا سا غرور و تکبر۔ بدنیتی، بدچلنی یا لاپرواہی انکی دولت اور قدر و منزلت کے تنزل کا باعث ہو جاوے۔

دکھ میں سمرن سب کریں سکھ میں کرے نہ کوئے
جو سکھ میں سمرن کریں تو دکھ کاہے کو ہوئے

پنجابی میں مثل مشہور ہے

"تپوں راج تے راجوں نرک"

جس کا مطلب یہ ہے کہ دولت جاہ و حشمت پچھلے جنم کی محنت اور قربانیوں سے نصیب ہوتے ہیں مگر جو لوگ اس نعمت خدا داد و بخیر مترقبہ کو حاصل کر کے تکبر میں رہنے والے پرماتما کو بھی بھول جاتے ہیں اور نادانی سے اس کا ناجائز استعمال کرتے ہیں وہ بجائے اوپر چڑھنے یعنی روحانی ترقی کرنے کے نچلی جونیوں یعنی نرک میں گرتے ہیں۔ ؎

تکبر عزازیل را خوار کرد۔ بزندان لعنت گرفتار کرد

ترجمہ:۔ خودی کے غرور نے فرشتہ عزازیل یعنی ابلیس کو بھی خوار کیا جس سے وہ ہمیشہ کے لئے لعنت کا سزاوار ہوا۔ ؎ مکرر

تواضع کند ہوشمند گزیں۔ کند شاخ پرمیوہ سر بر زمیں

یعنی جس طرح پھلوں سے بھرے ہوئے یعنی بردار درخت کی شاخیں خود بخود جھک جاتی ہیں۔ اسی طرح دانا دولتمند خدمت خلق میں جھک جاتے ہیں۔ گوسائیں تلسی داس جی نے ایک مشہور عالم دوہے میں نرک اور سورگ کی تفصیل بیان کر دی ہے یعنی ؎

دیا دھرم کا مول ہے نرک مول ابھیمان
تلسی دیا نہ چھوڑیئے جب لگ گھٹ میں پران

امیری اور غریبی دھوپ اور سایہ کی مثال ہیں۔ کوئی دولتمند اپنے زعم خودی میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ یا اس کی اولاد ہمیشہ امیر اور سکھی رہینگے یا جو مفلس اور محتاج ہیں وہ ہمیشہ حاجتمند رہیں گے اور جو اس وقت غریب کہلاتے ہیں وہ کبھی وقت ضرور امیر ہوں گے (کیونکہ ان کے دل میں دولت کی قدر محسوس ہونا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے) فقط اپنی غلطیوں خود غرضیوں اور ناجائز حرکات یعنی گناہوں کی وجہ سے اُن پر یہ انقلاب آیا۔ جو پھر نیک اُپائے کرنے یعنی نیک رستے پر چلنے سے خوش قسمتی میں مبدل ہو جائیگا۔ البتہ ان لوگوں کو جنہیں پرماتما نے امیری کا رتبہ عطا فرمایا غریبوں کی حالت اور انکے بواعث پر گہرا و چار کر کے اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور خدا ترسی، سادگی، پرہیزگاری۔ انکساری، سخاوت ہمدردی اور دیانتداری کی زندگی بسر کر کے وہ جاودانی سرمایۂ مسرت حاصل کرنی چاہیئے جس میں کبھی کمی نہ ہو ورنہ اسی چند روزہ خواب و سراب سا جاہ و حشمت پر اترانا اور غرور کرنا نہ صرف لاحاصل اور بے معنی بلکہ صحیح معنوں میں مضحکہ خیز ہے اس پر مشہور شاعر سر اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

پاکستان بننے پر جو تباہی زرداروں اور صاحب جائداد لوگوں بلکہ راجاؤں، نوابوں اور بادشاہوں کے سر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے بڑھکر انقلاب عظمت کا اور زندہ منظر کیا منظر ہو سکتا ہے۔ اگر اب بھی امیروں نے دولت اور طاقت کے زعم میں اندھے ہو کر اس کی ماہیت کو نہ سمجھا۔ تو یہ اُن کی دیوانگی کی علامت ہے۔

اس پر ایک صاف گو شاعر نے لکھا ہے ؎

یہ عیش عشرت و کامرانی کب تک ؟
ہو یہ بھی اگر تو نوجوانی کب تک ؟
گر یہ بھی سبھی قیام دولت ہے محال ؟
اور یہ بھی ہوا تو زندگانی کب تک ؟

مکرر سے
عیش دنیا را بقائے نیست زیدی غنچہ را
یک تبسم کرد و عمرے در پریشانی گذشت

(دنیا کی عیش و عشرت فانی ہے یعنی انکا انجام تکلیف دہ ہے جس طرح پھول کی کلی فقط ایک بار ہنسی اور ساری عمر عذاب میں رہی۔ مطلب یہ کہ جس طرح گلاب کھل کر توڑا جاتا ہے اور اس سے عرق و عطر کشیدہ ہوتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو دنیاوی دولت اور عیش و عشرت کو مقصد زندگی تصور کرتے ہیں) سے

علم و فضل و عقل و دانش زور و زر
ان پہ اے ناداں کبھی تکیہ نہ کر
دولت کا جب مزا ہے دیویں لائیں کھائیں
کس کام کے وہ منعم اپنا جو گھر سجائیں
بھوکے کو دے کے کھانا سمیں ہو سب بڑائی
محتاج ولیے نوا کو خود ڈھونڈ کے بلائیں
جو تجھ کو دے رہا ہے روزی رساں ہو سب کا
واجب ہے شکر اس کا کچھ کر کے پر دکھائیں
لے کر نہیں جو دینا وہ چور ہے پر بھو کا
باور نہ ہو تو گیتا پڑھ کے انہیں سنائیں
دو بھی اگر تو دینا گو بند نام لے کر
نش کام دان دے کر سب دور ہوں بلائیں

بھوکے کو کھلا کر اس کی بھوک کی تپش مٹانا کہا گیا ہے اور یہی استعارہ کے طور پر اگنی کنڈ میں آہوتی ڈالنے کا اصل مطلب ہے دوسرے لفظوں میں پرماتما مسکین اور غریبوں کے دل میں رہتا ہے۔

امیری اور غریبی کے مصنوعی تفرقات اور دنیاوی مساوات قائم کرنے کے جو طریقے اور علاج مختلف وقتوں میں مختلف داعیوں نے مختلف طریقوں پر سوچے اور اختیار کئے ہیں ان میں سے کوئی بھی پورے طور پر کامیاب اور قائم نہیں رہا۔ مگر انسانی خودی اور خود غرضی مٹا کر ایکتا کا جو خیال مختلف مذہبی اور دینی رہنماؤں مثلاً سری کرشن حضرت عیسےٰ حضرت محمدؐ۔ مہاتما بدھ وغیرہ نے تشہیر کیا ہے وہی اصل اکسیر اعظم ہے گویا جب تک اس مصنوعی تفاوت ناجائز کا خیال اور ذاتی خواہشات کا گھمنڈ ہر ایک بنی نوع انسان بلکہ بچہ بچہ کے دل سے دور نہ ہوگا اور وہ سب یک جہتی یعنی ایکتا اور قربانی کی زندگی بسر کرنا اور اس کو خود غرضی اور عیش پرستی کی زندگی پر ترجیح دینا نہ سیکھینگے نہ امیر ہی دنیا میں سکھی بنینگے نہ غریب سے

ہم سے کسی کو پہنچی نہ راحت ایسے مصیبت کرش ہوئے
جان نہ تھی تو بار شکم تھے مر کے وبال دوش ہوئے

امیر اور غریب حقیقت میں ایک ایشور کی اولاد ہیں۔ اور اس لئے روحانی لحاظ سے برادرانہ رشتہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مگر جس نے توحید یعنی وحدانیت کے اس خدائی سلسلہ میں سے اپنے آپ کو باہر نکال کر خودی، خود غرضی اور دوئی کی زندگی گزار کر آخر میں تن تنہا اور کس مپرسی کی حالت میں سب سے علیحدہ ہی رہ جاوے گا اور وراٹ روپ بھگوان یعنی قدرت کاملہ یہ دوزگار اس کی مدد نہیں کرے گی یہی گویا نرک ہے اور یہی دوزخ۔

بقول ایک شاعر سے

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آوے دنیا میں انساں کے انساں

ایک حقیقت شناس صوفی اس سے بھی زیادہ رقم طراز ہیں اور لکھتے ہیں سے

دوئی را چوں بدر کردم دو عالم را یکے دیدم
یکے بینم، یکے گویم، یکے دانم، یکے خوانم

(یعنی جب دل سے دوئی کا پردہ دور ہوگیا تو سارا جہان اپنی آنکھ عقل اور گفتار میں ایک سا ہوگیا) یہی وصال خدا ہے اور یہی نجات کا گیان توحید یا وحدانیت ہے ہر کسی کو اپنے جیسا جاننا اور اس کے درد میں ہمدردی اور درد محسوس کرنا

"انسانی مذہب" یعنی دھرم کا تقاضا ہے۔ اور یہ وہ سیدھا راستہ ہے جس پر چل کر کوئی انسان خواہ امیر ہو یا غریب۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ کبھی گمراہ نہیں ہوتا اور جس حق یعنی پرم آنند حاصل کرنے کا بھی ایک سیدھا راستہ ہے۔ سہ

آنکھ آئینہ سا ہے اس میں مروت جب نہ ہو
دل نہیں پتھر کا ٹکڑا ہے محبت جب نہ ہو

مکرر سہ

رسائی خاک ہوگی اُن کو حاصل منزل حق تک
جنہیں انسان کے دل میں بھی گھر کرنا نہیں آتا

اس پہ ایک صاف گو شاعر فرماتے ہیں۔ سہ

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(سچی عبادت خلق خدا کی خدمت کرنے میں ہے نہ کہ فقط فقیری جامہ اور ڈھنگ اختیار کرنے میں)

پس اے امیر لوگو! جو کچھ تم کو خزانۂ غیب سے ملا ہے یا ملیگا اُسے خدا داد اور سب کی مشترکہ حقیقت سمجھکر بطور ایک خدائی مقیم کے متحدہ طور پر انصاف اور دیانتداری سے اس کا استعمال کرو تاکہ اسکی ملکیت کا دائرہ ہمیشہ وسیع اور پائیدار رہے۔"

شرمندگی

شری سوہن لال گرودر بسمل

(۱)

ہو رہی یا رب مجھے اس وقت ہے شرمندگی
کیونکہ ہے پیشِ نظر میرے کتابِ زندگی

(۲)

غلط کاروں سے سیاہ کر لی کتابِ زندگی
دیں گے کیا مالک کو جب کہ ہم حسابِ زندگی

(۳)

دن کٹیں دھندوں میں اپنے راتیں غفلت میں کٹیں
ہم نے سمجھا بس یہی ہے لُبِ لُبابِ زندگی

(۴)

حرص رکھ نہ دل میں ناداں ہیں یہ فانی نعمتیں
دوڑ دھوپ ان کے لئے ہے اک سرابِ زندگی

(۵)

تنگدستی میں جو اپنے تھے وہ بیگانے ہوئے
وقتِ مصیبت ہے نہ کوئی ہمرکابِ زندگی

(۶)

دیکھے رہتے ہیں عدو اور سینکڑوں ہوتے ہیں دوست
اوج پر رہتا ہے جب تک آفتابِ زندگی

(۷)

ہے جہاں کے ہر مکیں کی زندگی ناپائیدار
کیا بھروسہ زیست کا ہے اک حبابِ زندگی

(۸)

اب بھی ناداں ہوش کر یاد خدا کر دے شروع
اجل ہے سر پر کھڑی مثلِ قصابِ زندگی

(۹)

ہے غنیمت ہر گھڑی اس کو نہ کھو تو رائیگاں
چھپنے کو تیار بسمل آفتابِ زندگی!

شری گیتا پشپاولی

شری عالی جن ناتھ جی کھنہ بی اے۔ بی ٹی

پُشپ ۵

سمتو بُدھی یوگ

یُدھ کشیتر میں شری بھگوان کرشن جی کی جو بات چیت ارجن سے ہوئی وہ محض اسلئے کہ ارجن کو لڑنے کے لئے آمادہ کیا جائے کیونکہ عین وقت پر جبکہ سینائیں آمنے سامنے کھڑی تھیں اور سنگرام شروع ہونے ہی کو تھا ارجن نے لڑنے کو انکار کر دیا۔ اور بھگوان کو جس وقت بطور اس کے رتھبان کے براجمان تھے بیانگ کہہ دیا کہ میں اس یدھ میں جس میں میرے نکٹ سمبندھی ہی میرے سامنے کھڑے ہیں حصہ نہیں لونگا۔ کیونکہ میرے خیال میں یہ مہاں پاپ ہوگا اس سے تو یہ بہتر ہے کہ میں بھیک مانگ کر کھا لوں۔ بلکہ سب سے اچھا یہی ہوگا دھرتراشٹر کے پتر مجھے جان سے مار دیں اور میں اُن کے سامنے ہتھیار نہ اُٹھاؤں اس کے اسؔ نیت اور نامعقول وجوہ سے جنگ نہ کرنے کے فیصلے پر اڑ جانے سے ایک عجیب سختی پیدا ہو گئی جس سے ارجن کو نکال کر یُدھ کے لئے پربرت کرنا ہی بھگوان کا مُکھ ادیش تھا۔

اس مشہور عالم گفتگو کے دوران میں ارجن نے محسوس کیا کہ وہ اصلیت کو سمجھنے سے قاصر ہے اسی لئے اس نے بڑی عجز و انکساری سے بھگوان سے پرارتھنا کی آپ مجھے اپنا ششیہ سمجھکر میری رہنمائی کریں اور میرے شکوک کو رفع کر کے مجھے بتائیں کہ اس وقت مجھے کیا کرنا مناسب ہے کیونکہ میری عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ حلق سوکھ رہا ہے اور میں رحم کر تو یہ دموڑھ ہو رہا ہوں۔ یعنی میں یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میرے لئے کیا کرنا مناسب ہے لڑنا یا میدان سے بھاگ جانا۔ ارجن کی یہ قابل رحم حالت دیکھکر شری بھگوان نے ازراہ کرم (کیونکہ ارجن سے انکی دلی محبت تھی جس کا انہوں نے گیتا میں جگہ جگہ پر اظہار کیا ہے) اس کی غلط فہمیوں کو دور کیا اور اس کے تمام شکوک رفع کر کے اسے آمادۂ جنگ کر دیا جس حقیقی غرض کے لئے وہ میدان جنگ میں آیا تھا اور جس کے لئے اتنا تردد کیا گیا تھا۔

بھگوان کے اپدیش کا لب و لُباب: بھگوان نے جیو آتما کی لافانیت یا امرتو کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جیو آتما تو امر ہے اس کو آگ نہیں جلا سکتی۔ ہوا نہیں سکھا سکتی۔ پانی نہیں گلا سکتا۔ اس لئے تم کون ہو جو کسی کو مار سکتے ہو۔ اس طرح سے تم ایک غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو تمہارا فرض تو محض یہ ہے کہ ضرورت وقت کے مطابق اپنا دھرم پالن کرو یعنی اپنے فرض کی ادائیگی کرو، اس سے پہلوتہی کرنا پاپ ہے جب انسان کسی خاص دنیاوی غرض کو مد نظر رکھکر کوئی فعل کرتا ہے جس کے نتیجہ بھگتنے کے لئے خواہ وہ اچھا ہو یا برا تیار رہنا پڑتا ہے تو وہ پاپ کا بھاگی ہو سکتا ہے لیکن اگر برعکس اس کے کوئی شخص کوئی کام یا فعل محض اس لئے کرتا ہے کہ وہ اُسے اپنا دھرم یا فرض سمجھتا ہے نہ کہ کسی دنیاوی غرض سے تو وہ سر بسر نشپاپ ہے اس طرز عمل کو ہی کرم یوگ کہا گیا ہے، اور یہی شرمید گیتا کا مُکھ اُپدیش ہے۔ بھگوان نے فرمایا۔

हतोवा प्राप्स्यसि स्वर्गं जित्वा भोक्ष्यसे
महीम् । तस्मादुत्तिष्ठ कौन्तेय युद्धा
य कृत निश्चयः ॥

ارتھات۔ اس لئے یُدھ کرنا تیرے لئے سب پرکار سے اچھا ہے۔ کیونکہ یا تو مر کر سورگ پراپت ہوگا یا جیتکر پرتھوی کا راج بھوگے گا اس لئے ہے ارجن یُدھ کے لئے نشچے والا ہو کر کھڑا ہو۔

کیونکہ اگر تو نہیں لڑے گا تو تیری بدنامی ہوگی، تیرے دشمن کہینگے کہ ارجن ڈر کر میدان سے بھاگ گیا اور ایک معزز ہستی کے لئے ایسی ہتک آمیز باتوں کا کہا جانا اصلی موت سے بھی برا سمجھا جاتا ہے۔ آگے چل کر پھر بھگوان نے یہ فرمایا کہ ارجن تیرا تعلق تو محض کرم کرنے سے ہے نہ کہ اس کے پھل سے، اس لئے تجھے اپنے کرم کے پھل کی اچھا واسنا نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ہی یہ بات مناسب ہے کہ تو کرم کرنے سے ہی ہاتھ اٹھالے۔ اس لئے مناسب یہی ہے۔ کہ

योगस्थ: कुरु कर्माणि सङ्गंत्यक्त्वा
धनजय --

یعنی یوگ میں ستھت ہوکر تو کرم کر، اور آسکتی کو بالکل تیاگ کر یعنی اس کے پھل سے بالکل بے لاگ اور بے تعلق ہوکر، ایسے طرز عمل میں کامیابی یا ناکامیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ عامل یا کرتا ان سے بے تعلق ہوکر ہی عمل کرتا ہے۔ کھیل کھیلنے میں اگر ہم محض اسباب کو پیش نظر یا ملحوظ خاطر رکھیں کہ ہم ضرور جیتیں تو یہ کھیل نہیں ہوتی، کھیلنے والوں کا تو یہی فرض یا کرتو یہ ہے کہ اسے نہایت سرگرمی اور شوق سے کھیلیں، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ نتیجے کی گارنٹی اپنے حق میں لیکر کھیلنا کھیل نہیں سمجھا جا سکتا۔ انسانی زندگی میں کون ہے جو کام کرنے سے بچ سکتا ہے۔ کام تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن اس اصول پر کاربند ہوکر اگر عمل کیا جاوے کہ ہمارا کام تو کام کرنے سے ہے۔ نتیجہ اس کا چاہے کیسا ہی ہو، اس طرز عمل کو ادنخات

सिद्धय सिद्धयो:
समो भूत्वा समत्वं योग उच्यते

یعنی ہار جیت، کا خیال نہ کرتے ہوئے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے مستعد رہنا۔

(جگناتھ کھنہ صفی)

"ہدایتِ راہ"

از شری جگناتھ جی کھنہ صاحب صفیؔ

زندگی اپنی کا بن تماشائی ؛ نہ کرو وابستگی کسی سو لے بھائی
کام کرنے سے کام ہے تیرا ؛ ثمر کا اس کے نہ ہو تمنّائی

بغض و حسد ادھر ادھر جوش و غضب ؛ جذباتِ شہوانی ۔ اور من و مانی
تیرے دل پر رہا جب تلک غالب ؛ عرفاں ہو تیری کیا شناسائی

تیری خوشیوں کا کیا ٹھکانا ہے ؛ چمن میں تیرے ہو جب بہار آئی
دورِ خزاں بھی تو اب وہ دور نہیں ؛ بھولنا اسکو کیا ہے دانائی

جاری رہیگا کب تلک اے جاں ؛ تیرا یہ شغل محفل آرائی
جس کا شیدا ہے تو دل و جاں سے ؛ رقاصۂ دنیا یہ کسی کی ہے بھائی

بزم عالم کی سب یہ رنگینی ؛ جس کا تو ہو رہا ہے شیدائی
چشمکِ برق سے نہیں بڑھکر ؛ چشم بینا سے دیکھ اے بھائی

راحتِ قلب کی جو دولت ہے ؛ امیرانِ دنیا تے ہو وہ کب پائی
سب سے بڑھکر امیر ہیں وہ صفیؔ ؛ جنکو حاصل ہے نعمتِ [illegible]

چار آریہ ستیّہ

از قلم پروفیسر نرمل چندر جی

(بدھ دھرم کے فلسفہ و اخلاق کی بنیادی حقائق)

بُدھ دھرم کی ایک انوکھی خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ مسئلہ بازی اور رسوم پرستی کا مذہب ہونے کے بجائے فقط سچائی اور عملی زندگی کا مذہب ہے۔ اور اس کی بنیاد عقائد کی بجائے حقائق پر ہے، جو مشاہدہ۔ تجربہ اور عقل سے جانی یا سمجھی جاسکتی ہے اور اس میں ماننے کی بجائے خود پرکھنے، جاننے اور عمل میں لانے پر زور دیا گیا ہے۔ یہ قیاسات کا مذہب نہیں بلکہ عملیات سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں کسی بھی بالاتر ہستی یا شخص یا کتاب کو سچائی کے حق میں قطعی سند نہیں بنایا گیا۔

اور اسی لئے اس کی تعلیم میں الہام۔ نبوت۔ پیغمبری تشفاعت سفارش یا بیچ بچاؤ کے لئے جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا بنیادی پتھر تحقیق ہے۔ تقلید ہرگز نہیں، خود انحصاری ہے۔ دعا یا خوشامد اور ثنا گوئی نہیں + اور اگرچہ ساکی منی گوتم بُدھ کو اس کا بانی مانا جاتا ہے۔ مگر ان کا اعلان ہے کہ یہ سچائی ان سے پہلے بھی موجود تھی اور اس لئے وہ اس کے بانی ہونے کی بجائے اس کے ایک معلم ہی ہوئے ہیں۔ اور اس لئے اگر ان کے مذہب کو مذہب انسانیت یا مذہب حیات کہا جائے تو عین بجا ہوگا کیونکہ ان کی تعلیم میں مشرق اور مغرب، قدیم و جدید، اپنے اور پرائے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کا تفرقہ نہیں پایا جاتا۔

مہاتما بُدھ نے بتلایا ہے کہ زندگی کی چار عظیم سچّائیاں ہیں۔ جنہیں پالی زبان میں چتواری آریہ ستیّہ (چار حقائق شریفہ) کا نام دیا گیا ہے

(۱) یہ زندگی دُکھ ہے جو

شعوری زندگی کی تمام حالتوں میں پایا جاتا ہے۔
پیدائش دُکھ ہے۔ بڑھاپا دکھ ہے۔ بیماری دُکھ ہے۔
موت دُکھ ہے۔ مطلوب کا نہ ملنا دُکھ ہے۔
اور غیر مرغوب کے ساتھ ملنا دُکھ ہے اور اپنے
اور اپنے پیارے (محبوب) سے جُدائی بھی دُکھ ہے

اگر دُنیا میں سب سے بڑھکر ضروری اور حل طالب سوال ہے تو دُکھ کا ہے اور جہاں دُکھ کا احساس ہی نہ ہو۔ وہاں سُکھ (آنند) کا سوال تو کجا اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ نفی، اسبات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ضد ہی ضد کو روشن کرتی ہے جیسے بیماری کا کبھی تجربہ ہی نہیں، ہوا وہ صحیح و سالم ہو کر بھی اپنی صحت کو نہیں جان پاتا۔ جیسے حد کی خبر ہی نہیں۔ وہ بعد کا خیال کیونکر کرے گا؟ تکلیف رکاوٹ۔ غربت۔ مشکل، ٹوٹا، چھوٹی، قید، موت کے مشاہدہ و تجربہ سے ہی ہمیں آرام۔ طاقت آسانی۔ بڑائی۔ آزادی اور زندگی کی خبر ہوتی ہے۔ اور دُکھ کی ناگواری ہی آنند کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ جس بدبخت کو کبھی بدحالی کا تجربہ یا مشاہدہ حاصل نہیں ہوا۔ خوشحالی کا کوئی تصور نہیں رکھ سکتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔
نیستی آئینہ ہستی اور ہستی ہی آئینہ غیبت ہے۔ غیر کے احساس سے ہی خود آگہی حاصل ہوتی ہے۔

دُکھ ہمیں جگاتا ہے آنند کی طرف اور اس کے لئے بھوک پیدا اور تیز کرتا ہے۔ اگر راج کمار ساکی منی گوتم اپنے پہلے خلوص میں ایک بوڑھے، بیمار اور لاش کو دیکھ نہ پاتا۔ تو اس کے دل میں روشن ضمیری کے لئے کبھی پیاس پیدا نہ ہوتی۔

اگر ہمیں سُکھ یا آنند پانے کی آشا ہی نہ رہے۔ تو جینا ہی مشکل ہو جاتا ہے اور سُکھ آنند کا خیال ہی نہیں آسکتا۔ نیز اگر دُکھ نہ ہوتا تو زندگی کا قائم رہنا دشوار ہو جاتا + دُکھ ہی خطرے کا سگنل دکھاتا ہے اور اپنی ناقابل برداشت ناگواری سے ہمیں دُکھ سے

خلاصی پلانے کے لئے مجبور کر دیتا ہے اگر بچے کو بھوک نہ لگتی تو ماں کو اسے بوقت ضرورت دودھ پلانے کا خیال ہی نہ آتا۔ اگر ہمیں جسمانی درد نہ ہوتا۔ تو ہمیں کیسے جان پڑتا کہ ہمارے جسم میں کوئی فضول مواد ہے جو زندگی کے لئے خطرہ ہے۔ اور دکھ ہی تو ہمیں فوری علاج یا تدبیر کے لئے مجبور کر دیتا ہے۔ ایک مفلوج آدمی کی ٹانگ جل گئی۔ مگر اسے پتہ تک نہ لگ سکا۔ کیونکہ اس میں احساس کی قابلیت نہ رہی تھی دکھ کی بنا پر ہی انسانی سوسائٹی کا وجود ممکن ہوتا ہے۔ اگر دکھ نہ ہوتا تو کوئی کسی کی پروا نہ کرتا۔ افلاطون نے ٹھیک کہا ہے کہ اگر دنیا میں موت نہ ہوتی۔ کوئی مذہب ہی نہ ہوتا۔ دکھ سے چھوٹنے کے لئے ہی انسان مکتی یا نجات کے لئے تدابیر کرتا ہے۔ اور جب تک قید کے دکھ کا احساس نہ ہو۔ آزادی کے لئے خواہش پیدا ہی نہ ہوتی۔

ساری دنیا اگر آنند کی تلاش میں ہے تو اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ انسان کے حصے میں بے انداز دکھ آیا ہے۔ اور انسانی عظمت اور ارتقاء کا راز بھی یہی ہے کہ انسان کو جن مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے وہ کسی اور جاندار کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

مہاتما بدھ کی اس انوکھی تعلیم کی خاص خوبی یہ ہے کہ دکھ کا مطالعہ کرنا اور اسے سمجھنا ممکن ہے۔ جیسے بیماری کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ دکھ کو جاہل سے جاہل آدمی بھی کسی قدر ضرور جانتا ہے جبکہ صحت کی تعریف و تحدید کرنا علما کے لئے بھی مشکل ہے کیونکہ دکھ قابل مشاہدہ فہیم ہے جبکہ صحت اور آنند کا احساس ہونے پر بھی اس کا مشاہدہ یا تصور ناممکنات سے ہے۔

بدھ مذہب دکھ کو بھلانے یا اس سے بھاگ کر ذات مطلقہ (برہم) میں ڈوبنے یا محو ہونے کی تعلیم دینے کی بجائے دکھ کو سمجھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ کیونکہ دکھ کی بھلاوٹ کی بجائے اس کا دانشمندانہ سامنا کرنا ہی دکھ ازالہ کر سکتا ہے۔ ورنہ دکھ بنا رہتا ہے۔ کوئی بھی فرد بشر مہا پرش کہلانے کا حقدار نہیں ہو پاتا۔ جب تک کہ صرف دکھ ہی نہیں بلکہ جہاں دکھ اس کے حصہ میں نہ آئے۔ ایک پنجابی شاعر کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔

جس تے مہر خصم دی ہووے دکھ آوے تس دے حصے
(جس پر مالک کی رحمت ہو دکھ اس کے حصے میں آتا ہے۔)

دکھ دارو۔ سکھ روگ بھیا (دکھ دوا ہے اور سکھ بیماری ہے) سیدھا سکھ کی طرف دوڑنے والا شخص درحقیقت بیماری کے پیچھے دوڑا کرتا ہے۔ اور وہ کبھی زندگی کی حقیقی خوشی کو پانے کے قابل نہیں ہوتا۔ دکھ کے سوا زندگی کوئی خاص فضیلت نہیں رکھ سکتی اور نہ ہی دکھ کے احساس کے بغیر سچی خوشی کا پتہ ہی لگ سکتا ہے۔ اگر زمیں پر سورج اپنی طمازت نہ برساتا تو کسی جاندار کی پیدائش یا ترقی ناممکن ہوتی۔ اس گرد آلود کرۂ زمین پر زندگی حسن و جمال کی نئی سے نئی بہاریں دکھ کی بدولت ہی وجود میں آئی ہیں نہایت المناک خیالات و احساسات ہی زندگی کی عمیق ترین خوشی دیتے ہیں۔ جو سطحی کھیل تماشوں میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگر انسان اشرف المخلوقات ہوا ہے تو اپنے غیر معمولی دکھ کی بدولت اور اگر اس کے دل میں نروان کا پرم آنند لینے کی ابھلاشا اُتپن ہوتی ہے یا غیر معمولی بصیرت جاگ اٹھتی ہے تو یہ بھی تو غیر معمولی دکھ کا کرشمہ ہی ہے۔ جسم یا طاقت کی پیدائش اور ذہن سچی خوشی کے حصول کے ذرائع رکاوٹیں اور دکھ ہی تو ہیں۔

امریکہ کے اعلیٰ ترین فلاسفر ایمرسن نے جب اپنے فرزند کو پڑھاتے وقت اس میں کم فہمی کے کچھ آثار دیکھے تو وہ کہہ اٹھا تھا۔

"کاش کے تیرے حصے میں بھی وہ دکھ آتے۔ جو کہ بچپن میں مجھے ملے تھے۔ یتیم اور نادار ہونے کے باعث۔ دکھ سے بھاگنے یا اسے بھلانے کی ذہنی یا روحانی تدابیر یا سادھن ڈھونڈنے والا شخص زندہ روحانیت کو جانتا ہی نہیں۔ اور سب کچھ بھلا کر (کسی بھی تدبیر سے) اپنے آپ میں محو ہو رہنے میں کوئی روحانی فضیلت یا برتری نہیں پائی جاتی۔

جب انسان دکھ کے ڈر سے خدا کی پناہ لیتا ہے۔ تو وہ سرور زندگی سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ دکھ کے بنا سچا (غیر فانی اور برترین) آنند مل ہی نہیں سکتا۔ مگر دکھ کا استادہ پائے بغیر اس کے آگے گھٹنے ٹیکنا ایک جاہلانہ بھول ہے۔ دکھ وہی قیمتی اور بامعنی ہے جو آنند کی طرف لے جائے۔ دکھ سے سکھ کی طرف بھاگنا بزدلی ہے مگر دکھ کو ہی زندگی کے آنند کا وسیلہ

وسیلہ بنا کر شانتی انسانیت اور جیون کی سپھلتا ہے اور اس لئے یہ جیون سے مکتی (چھٹکارا) نہیں۔ بلکہ جیون کی مکتی (باطن کے روحانی خزانوں کی کشائش ہے۔ زندگی کا کمال اس کے اندرونی بھنڈاروں کو کھول کر ہر طرف لوٹا دینے میں ہے خود بخود محو ہو رہنے میں نہیں۔

اسی لئے مہاتما بدھ نے اعلان کیا تھا کہ جب تک کوئی ایک جاندار بھی دکھی ہے۔ میں پرم نروان کی محویت کا خیال نہ کروں گا۔

الغرض دکھ ہی ہے جو ہمیں ارتقائے حیات کیلئے مجبور کرتا ہے۔ یہ ایک غلط خیال چلا آیا ہے کہ دکھ ہمارے پچھلے برے کرموں کی سزا بھگتان ہے۔ حالانکہ دکھ ایک نایاب برکت زندگی ہے جو ہمیں جگانے کے لئے ہے۔ یہ ایک منفی قدر ہے جسے ایک مثبت قدر میں بدلنا ہمارا انسانی فرض ہے اور اسے منفی صورت میں ہی بھگوت پرساد مان بیٹھنا احمقانہ غلطی ہے۔ دکھ کے جواب میں ہمارا صحیح عمل صبر و رضا کی بجائے یہ ہے کہ ہم اس کے سبب معلوم کر کے اسے آنند میں بدل دیں اور اور ابر زمین پر صرف انسان ہی ایک ایسا وجود ہے۔ جو اپنے تحقیقی ردعمل سے دکھ کو بھی ایک بے بہا نعمت میں بدلنے کے قابل ہے۔ دکھ سہنا ایک حالت انجماد ہے جسے شاید صرف نباتی زندگی ہی دکھ کو ہو بہو برداشت کرتی ہے انسانی ردعمل اور ہے۔

دکھ کی قیمت بتلانا مہاتما بدھ کی ایک معمولی دین ہے جو اس دوزخ نما دنیا کو بہشت بریں میں بدلنے کا سیدھا راستہ دکھاتی ہے

دکھ اکارن (بلا سبب) نہیں ہے

جب تک ہمیں کسی حالت کا سبب معلوم نہ ہو۔ ہم اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ اب دنیا ان مہلک امراض پر صرف قابو ہی نہیں پا رہی بلکہ انکی بیخ کنی میں مصروف ہے جنہیں کبھی لاعلاج مانا جاتا تھا۔ اور جنہیں پچھلے کرموں سے منسوب کیا جاتا تھا۔ یہی دکھ بھری دنیا گلشن راحت و سرور میں تب ہی بدل سکتی ہے جبکہ ہمیں اس میں پیش آنے والے دکھوں کا سبب معلوم ہو۔

جو لوگ دکھ کے اصلی اسباب کو نہیں مانتے۔ وہ اس کے نوارن کرنے کے لئے مذہبی رسوم (یگیہ آدی) یا جادو کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں یا انہیں بھلا لیتے اور اپنے شعور کو ختم کرنے کی تدابیر عمل میں لاتے ہیں اور کسی ناقابل برداشت دکھ سے بچنے کی ایک فطرتی تدبیر یہ بھی ہے کہ شعور یا ہوش ہی نہ رہے۔ اور جبکہ مذہب شعور کو سن کرنے کی کئی تدابیر بتلاتا ہے۔ کارل مارکس نے اسے عوام کے حق میں ایک مرکب افیون کا نام دیا ہے۔

دکھ سے بھاگنا یا اسے بھلانا یا اپنے شعور اور احساس کو ہی کسی دوا یا نشے سے ختم کرنا اس کا صحیح علاج نہیں ہے۔ دکھ تو زندگی میں ایک اہم مقصد رکھتا ہے۔ دکھ کے بغیر انسان اپنی انسانیت کو حاصل کر ہی نہیں سکتا مثلاً جسے بھوک کا کبھی احساس ہی نہیں ہوا۔ وہ کسی بھوکے کے لئے کیا ہمدردی رکھے گا؟ دکھ دل کو زندگی دیتا ہے اور کوئی آدمی صاحب دل نہیں ہو سکتا جب تک اسے گہرے دکھ کا تجربہ نہ ہوا ہو۔ جیوان گیان دکھ کے خاتمے کے لئے نہیں بلکہ دکھ کو سمجھ کر اسے آنند میں بدلنے میں ہے اور روحانی کیمیا گری جو انسان کے لئے قابل حصول ہے۔ جب تک کہ درد دل نصیب نہ ہو۔ انسان اپنی سیرت میں حیوان ہی رہتا ہے۔ درد کا تجربہ ہمارے شعور کو بیداری اور گہرائی دیتا ہے۔

مگر دکھ کا کارن مان لینا کافی نہیں۔ اسے جاننا بھی ضروری ہے۔ صرف یہ مان لینا ہے کہ اس سنسار میں جو بھی دکھ سکھ پیش آتے ہیں۔ وہ پچھلے جنموں میں کئے کرموں کے پھل ہیں۔ جیون کی سپھلتا کے لئے کافی نہیں ہے۔ بے شک ہر ایک کیا ہوا کرم اپنی صفت کے مطابق ضرور ہی اپنا بھلا یا برا پھل لاتا ہے۔ ہمیں کوئی سزا یا جزا نہیں دیتا۔ کرم لازمی طور پر اپنا پھل لاتے ہیں۔ جس سے بچنا محال ہے۔ یہ ایک اٹل قانون فطرت ہے جو کہ غیر مصنوعی اور ابدی ہے اگر لوگ ہمارے بات کو سمجھیں تو یہی دنیا سورگ بن جائے۔ مگر لوگ کرم کے پھل میں عفو اور خوشامد کے اثر کے قائل ہو رہے ہیں۔ مہاتما بدھ نے قانون کرم کا اٹل ہونا بتلایا ہے اور جب کسی فرد بشر کو اس قانون میں پورا یقین ہو جائے تو وہ لازمی طور سے نیکی کو ہی چنے گا۔ بدی کو کبھی نہیں۔

مہاتما بدھ نے ان دکھوں کا قطعی علاج بتلایا ہے جو ہماری جہالت اور بے پروائی سے ہوتے ہیں۔ باقی دکھ تو کم و بیش سب کے حصے میں آتے ہی رہینگے۔ کیونکہ ان کے بغیر انسانی ترقی محال ہے۔ جس طرح ایک کٹتے ہوئے تار سے ہی راگ نکلتا ہے اسی طرح دردمند دل سے ہی آنند ابھا کرتا ہے۔ مرزہ یلہ جس دل کبھی زندہ خوشی نہیں پا سکے گا۔ سطحی شعور اور حقیقی آنند کا میل ہی نہیں ہے۔

مہاتما بُدھ کا اُپدیش

(۱) تمام جاندار خوشی چاہتے ہیں اس لئے سب کے ساتھ فیاضی سے پیش آؤ۔
(۲) وہی انسان پاکیزہ کہلاتا ہے جو ہر ایک جاندار پر ترس کھاتا ہے۔
(۳) جس طرح ماں اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بھی اپنے بچے کی نگہبانی کرتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص کو کل جانداروں کے لئے بے حد محبت بڑھانی چاہیئے۔
(۴) اس شے کے ساتھ دوسروں کو نقصان مت پہنچاؤ۔ جو تمہیں دکھ دے سکتی ہے۔
(آجکل مہاتما بدھ کے پیروکار تو سب ہی مانس آہاری ہو گئے ہیں: یہ کتنے آشچریہ کی بات ہے)
(۵) میں اُسوقت تک خوش نہیں ہو سکتا جبتک کہ کوئی دوسرا دکھی ہو رہا ہو اور میرے اندر اُسکی امداد کی طاقت موجود ہو۔
(۶) پاکیزہ خیالات اور پوری محبت کے ساتھ میں دوسروں کیلئے وہی کچھ کرونگا جو اپنے لئے کرتا ہوں۔
(۷) اگر تم مجھے کسی بات سے خوش کر سکتے ہو۔ تو یہ ہے۔ کہ شکار کرنا چھوڑ دو۔ وہ غریب جاندار جو عقل سے محروم ہیں۔ اس وجہ سے اور بھی رحم کے مستحق ہیں۔
(۸) نیک دلوں کے دل اس شخص کی خاطر بھی جلتے ہیں۔ جو اُن کو نقصان پہنچاتا ہے۔
(۹) اگر ایک شخص تلوار سے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ تم اپنے اندر غصے کے خیال کو مت اُٹھنے دو۔ مُنہ سے کوئی بُرا لفظ مت نکالو۔

کبیر بھگت کے اُپدیش

بکری پاتی کھات ہے تاکی کاڑھی کھال — جو کوئی بکری کھات ہے تاکا کون احوال
انڈے کہن بسمل کیئے مچھلی کیا حلال — جیبا کے رس سواد میں یہ نربھیا بے حال
ہندو میں دیا نہیں رحم ترک میں نا نہہ — کہیں کبیر دونوں گئے لکھ چور اسی ماہہ
کبیر تیرا جھونپڑا گل کٹوں کے پاس — جو کریں گے سو بھرینگے تو کیوں بھیا اُداس

بھگت کبیر جی۔ آج سنسار بھر میں آپکی بہت پرشنسا ہو رہی ہے آپ نے اپنے پیارے میٹھے دوہوں پر کرم فلاسفی پر روشنی ڈال کر موجودہ سنسار پر بہت اوپکار کیا ہے۔ ہمیں رات دن نیک کام کرنے چاہیں۔ تاکہ ہمارے جیون میں نیکی کا پھل لگے اور نس کے الٹ چلنے پر دونوں کے پاپ کرم جمع ہو کر ہمارے جیون کو اشانت کر دیں گے۔

آسا دی وار

ماس آہار نشیدھ

بانی گورو نانک جی کی

سلوک محلہ ۱

گئو براہمن کؤ کر لاوو۔ گوبر ترن نہ جائی
انتر پوجا پڑھے کتیباں سنجم ترکا بھائی
ماس کھائے کرہی نماز چھری وگائین تن گل تاگ
گورڑی داس گوڑا وایار۔ کوڑ بول کرے آہار
متھے ٹکہ تیڑی دھوتی تکھائی ہتھ چھری جگت قصائی
ابھاکھیا کا کٹھا بکرا کھانا۔ چوکے اوپر کسے نہ جانا
مت بھٹے وے مت بھٹے۔ ایہہ ان اساڈا پھٹے
کہو نانک سچ دھیائیے۔ سچ ہووے تاں سچ پائیے
آپے دے وڑیائیاں آپے ہی کرم کرائیدا
ندر اپٹھی جے کرے سلطاناں گھاہ کرائیدا

دہوتی ٹکہ تے جپ مالی دھان ملیچھاں کھائی
چھوڑی لے پا کھنڈا۔ نام لئے جاہی تر ندا
تن گھر براہمن پوجا ہناد۔ اونا بھی آوے اوئی سار
سرم دھرم کا ڈیرہ دور۔ نانک کوڑ رہیا بھرپور
نیں وتر ہیر ہووے پروان۔ ملیچھ دھان لے پوجے پران
دے کے چوکا کڈھی کار۔ اوپر آئے بیٹھے کوڑیار
تن پھٹے پھیڑ کرین۔ من جھوٹھے چلی بھرین
چت اندر سبھ کو دیکھ ندری ہیٹھ چلائیدا
وڈیو وڈا اوڈی میدنی ہرے سر دھندے لائیدا
ور متنگن پھاکھ نہ پائیندا۔

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں۔ کہ پرماتما سے ڈرنا چاہیئے۔ دنیا کو ٹھگنے کیلئے ہم نے بگلے کی طرح وِدوان برہمنوں، پنڈتوں اور زیادہ پاٹھیوں کا سا لباس پہن رکھا ہے۔ ماتھے پر تلک اور لانگڑ والی دھوتی اور نیلے دستر پہن رکھے ہیں۔ لیکن جب ہم مندر یا گوردوارے سے باہر جا کر ہاتھ میں چھری لیکر قصائیوں کی طرح جیو ہتیا کرتے اور ماس وغیرہ نشیدھ پدارتھوں کا گرہن کرتے ہیں۔ تو ہم شرم اور دھرم کا تیاگ کرتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ یہ ابھکش پدارتھ (حیوانی خوراک) کھا کر ہم اپنے چوکے کو پوتر خیال کرتے ہیں۔ دوسروں سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ کوئی ہمارے چوکے میں داخل ہو جاتے تو ہمارا بھوجن اپوتر ہو جاتا ہے۔ کیا یہ جھوٹ اور فریب نہیں ہے۔ نِراپراد جیوو (بکروں) کے گلے پر چھری چلاتے ہیں۔ اور بعد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ یہ سب دھوکہ بازی اور کوڑ (جھوٹا) بیوپار ہے۔ پرماتما (خدا) کو سچائی اور نیک کام ہی پسند ہیں۔ سچ بولنا۔ جیووں پر دیا کرنا۔ اور سچا ویوہار کرنا ان شبھ کرموں سے ہی سچ یعنی پرماتما حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر داری سے نہیں۔

جیسے کہ حضرت بلھے شاہ نے بھی فرمایا ہے۔

مومناں دی شکل بناویں۔ کافراں دے کم کماویں
متھے تے محراب لگاویں۔ مولوی کہاونا۔

حیرانگی تو یہ ہے کہ ہمارے سکھ بھائی جو گورو گرنتھ صاحب کی امرت بانی کا نت پرتی شردھا پوروک پاٹھ کرتے اور گورو نانک صاحب کو ایشور کا اوتار مانتے ہیں۔ وہ بھی اس بانی پر عمل نہیں کرتے بلکہ ماس کو مہا پرشاد کہکر کھاتے ہیں پرمیشور ہمیں سدبدھی دے۔ تاکہ ہم پاپ کرموں سے بچیں۔

اُترا کھنڈ کی چار دھام یاترا

قسط دوئم

تیسرا دھام کیدارناتھ

(از قلم دیوان دیس راج جی نندہ)

کیدارناتھ کی یاترا

اُترکاشی سے بسیں، سیدھی ٹہری ہوتی ہوئی سری نگر کو جاتی ہیں جہاں سے بس تبدیل کر کے رُودر پریاگ ہوتے ہوئے گُنڈ چٹی تک دوسری بس میں جانا ہوتا ہے۔

اُترکاشی سے کیدارناتھ کی پیدل یاترا۔

پیدل یاترا کے لئے گنگنانی سے واپسی پر ملا چٹی پر جو کہ بھٹواری چٹی سے دو میل اوپر کی طرف سے بس سے اُترنا پڑتا ہے۔ یہاں سے سیدھا پیدل راستہ 65 میل لمبا نکلتا ہے جو تری یُگی نارائن تیرتھ پر رشی کیش کیدارناتھ راستہ کو ملجاتا ہے۔ اس راستہ پر بھی تھوڑی تھوڑی دُور پر چٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن آجکل بہت ہی کم یاتری پیدل راستہ کو اپناتے ہیں۔ اس لئے چٹیوں پر رہنے ٹھہرنے کا پورا انتظام شاید ہی رہتا ہو تفصیل نیچے دی جاتی ہے۔

سوراکی گاڑ (سیالی) چٹی تین میل پر یہاں دھرمشالہ بنی ہوئی ہے۔ پھیالو ۲ میل پر۔ بھونا چٹی تین میل پر اس جگہ بھی یاتریوں کے لئے دھرم شالہ ہے۔

بلاک چٹی چار میل پر

پنگرانا چٹی پانچ میل پر

رایلا چٹی۔ چار میل پر

بوڑھے کیدار پانچ میل پر

تولا چٹی۔ چار میل پر

بھیرو چٹی۔ تین میل پر

کھبوٹا چٹی۔ دو میل پر

دُھتو چٹی۔ سات میل پر۔ اس جگہ دگھونتھ جی کا مندر ہے اور دھرم شالہ بھی ہے۔

گوانا چٹی۔ ایک میل پر

گومانڈا چٹی۔ تین میل پر

دوکھنڈا چٹی۔ تین میل پر

پنسوانی چٹی۔ تین میل پر

منگو چٹی۔ دس میل پر

تری یگی نارائن۔ پانچ میل پر اس جگہ کھتیر کی دھرم شالہ ہے یہاں سے کیدار کا وہی راستہ مل جاتا ہے جس کا ذکر بس کے راستہ کیدارناتھ جانے والے راستہ میں نیچے لکھا جا رہا ہے۔

اُترکاشی سے بس کا راستہ کیدارناتھ کے لئے

اترکاشی سے بس کے ذریعہ گنڈ چٹی پر پہنچ کر پیدل راستہ شروع گپت کاشی، گنڈ چٹی سے ۱½ میل پر یہ راستہ کھڑی چڑھائی کا ہے اور بیرا کال کو طے کیا جاتا ہے گپت کاشی میں کئی دھرم شالائیں ہیں۔ ڈاک بنگلہ بھی ہے اور ہسپتال بھی۔ یہ تیرتھ پورانک کال کا ہے۔ یہاں رشیوں نے بھگوان کرشن کو پرگٹ کیا تھا۔ راجہ بلی کے پتر بانا سُر جی کی راج دھانی شونت پور بھی گپت کاشی کے پاس ہی ہے اُکھی مٹھ جو یہاں سے تھوڑی دُور مندھا کنی ندی کے دوسرے پار بسا ہے اُوکھی مٹھ میں ہی اُکھا بانا سُر کی لڑکی کا محل تھا۔ جہاں اس کی سکھی چتر لیکھا بھگوان کرشن کے بیٹے اُنردھ کو اُڑا کر اپنی سکھی کے لئے لائی تھی۔

گپت کاشی میں اردھ ناریشور شِو کی تندی پر سوار ہوئی مورتی کے درشن ہیں۔ کاشی وشوناتھ کی لِنگ مورتی بھی ہے اور پاروتی اور نندیشور کی بھی۔ ایک کنڈ میں دو دھارئیں

گرتی ہیں جنہیں گنگا جمنا کہا جاتا ہے۔ اس کنڈ میں اشنان کرکے یاتری گپت دان کرتے ہیں۔ کیدار ناتھ کے پنڈے یہیں رہتے ہیں اور اپنے یجمانوں کو ساتھ لیکر کیدار ناتھ جاتے ہیں

نالا چٹی۔ ڈیڑھ میل پر۔ اسی چٹی سے کیدار ناتھ یاترہ کی واپسی پر پیدل یاترا کرنے والے یاتری اوکھی مٹھ ہوتے ہوئے سیدھے چمولی پہنچکر بدری ناتھ کی یاترہ کرتے ہیں۔

ماتا دیوی۔ ڈیڑھ میل پر۔ یہاں ماتا دیوی کا مندر ہے۔

دیوگ چٹی۔ ایک میل پر

میکھنڈا چٹی۔ دو میل پر۔ مہیشا مردنی دیوی کا مندر ہے اور سہنڈولا بھی۔

پھاٹا چٹی۔ دو میل پر۔ اس جگہ ٹھہرنے کے لئے دھرم شالہ بھی ہے۔

رام پور۔ تین میل پر اس جگہ کھیتر کی دھرم شالہ ہے۔ کالی کملی کھیتر کی طرف سے یہاں کمبل بھی ملتے ہیں۔ یاتری عام طور پر اپنا فالتو سامان یہیں چھوڑ جاتے ہیں اور کمبل لے جاتے ہیں جو واپسی پر کھیتر کو واپس لوٹائے جاتے ہیں۔

ترجگی نارائن۔ ساڑھے چار میل پر۔ یہ راستہ چڑھائی کا ہے۔ یہ پربت شکھر پر نارائن بھگوان کا مندر ہے۔ راستہ میں دو میل ادھر شاکمبھری دیوی کا مندر ہے جہاں بستر چڑھائے جاتے ہیں۔

اس جگہ پر ایک اکھنڈ دھونی جلتی رہتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شو اور پاروتی کا ویواہ اسی استھان پر ہوا تھا اور یہ دھونی اسی وقت سے جل رہی ہے۔ یاتری بھی اسی دھونی میں ہون کرتے ہیں۔ اور سمدھا خرید کر دھونی پر ڈالتے ہیں۔

اس جگہ ایک جل کی دھارا ہے جسے سرسوتی گنگا کہتے ہیں اسی دھارا سے چار کنڈ بنائے گئے ہیں۔ رُدر کنڈ میں اشنان کیا جاتا ہے۔ وشنو کنڈ میں مارجن کرتے ہیں۔ برہم کنڈ میں آچمن اور سرسوتی کنڈ میں ترپن کیا جاتا ہے۔

جن یاتریوں کو ترجگی نارائن نہیں جانا ہوتا وہ باٹا گڑھ چٹی تک رام پور سے آکر وہاں سے سیدھا سوم پریاگ کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس چٹی پر دو راستوں کا میل ہے اور ترجگی نارائن و سوم پریاگ کا یہاں سے ہی راستہ علیحدہ ہوتا ہے۔

سوم پریاگ۔ ترجگی نارائن سے ساڑھے چار میل اور رام پور سے سیدھے راستہ بھی اتنی دوری پر ہے۔

گوری کنڈ۔ تین میل پر یہ بھگوتی پاروتی کا جنم استھان بتلایا جاتا ہے۔ اس جگہ دو کنڈ ہیں ایک امرت کنڈ جس میں ٹھنڈا جل ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی کنڈ میں پاربتی جی نے پہلا اشنان کیا تھا یاتری بھی اسی جگہ اشنان اور پوجن کرتے ہیں۔

دوسرا گوری کنڈ۔ اس میں کافی گرم جل ہے دوسرا اشنان یاتری اس میں کرتے ہیں۔ اس جگہ پاربتی جی کا مندر ہے اور شری رادھا کرشن جی کا بھی ایک مندر ہے۔

چیر بٹیا بھیرو۔ ایک میل پر اس جگہ کھیتر کی دھرم شالہ اور ٹھہرنے کے لئے سہولت ہے جن یاتریوں کو کیدار ناتھ ٹھہرنا نہیں ہوتا وہ اپنا سامان اسی جگہ چھوڑکر کیدار ناتھ کے درشن کرکے رات کو واپس اسی جگہ آجاتے ہیں۔

کیدار ناتھ۔ دو میل پر سیدھی چڑھائی ہے۔ راستہ کھلا ہے کیدار ناتھ بارہ جیوتر لنگوں میں سے ایک ہیں۔ مہیش روپ دھاری مہادیو کے پانچ انگوں کی پانچ استھانوں پر پوجا ہوتی جسے پانچ کیدار کہا جاتا ہے۔ پہلا کیدار (کیدار ناتھ) پر پیٹھ کا بھاگ ہے دوسرے کیدار مدھ مہیشور میں نابھی، تیسرے تنگ ناتھ جی میں بازو، چوتھے رُدر ناتھ میں مکھ اور پنچم کلپیشور میں جٹا درشن ہیں۔ پشوپتی ناتھ نیپال میں سر کی پرتشٹھا ہے۔

کیدار ناتھ میں کوئی خاص شیو مورتی نہیں۔ پیٹھ کا بھاگ ایک تکون سی پہاڑ کی شلا سا ہے۔ یاتری جہاں خود پوجا کرکے اس بھاگ کو چھوکر گلے لگاتے ہیں۔ گھی دھوپ مصری وغیرہ سے پوجا ہوتی ہے۔

کیدار ناتھ میں درشن یوگیہ استھان

کیدار ناتھ جی کا مندر بہت ہی پرانا مانا جاتا ہے سوامی شنکراچاریہ جی نے اس کا جیرن اُدھار (مرمت کروائی) تھی اور اس جگہ انہوں نے اپنی دیہہ کو تیاگ دیا تھا۔ اس جگہ کے دیکھنے کے استھان ہیں برکھو گنگا، کھیر گنگا،

باسکی تال، گنگو کنڈ، بھیرو شلا یہاں پانچوں پانڈوؤں کی، بھگوان کرشن اُدکھا انرودھ، اور شیو پاربتی جی کی بھی مورتیاں ستھاپت ہیں۔ جن کے درشن ہوتے ہیں۔

کیدارناتھ میں کئی دھرم شالائیں ہیں لیکن یاتری عام طور پر اپنے پنڈوں کے ہاں ہی ٹھہرتے ہیں جو ہر قسم کی آسائش پہنچاتے اور سیوا کرتے ہیں۔

ہمارے پنڈے امرناتھ جی پوسٹی تو خاص طور پر درشن ہوگیے ہیں۔ انہوں نے ہماری دیکھ ریکھ اور آؤ بھگت اس خلوص اور اپنائیت سے کی کہ ہم بھی شہروں میں کیا کرسکیں گے۔

بالکل رتنو بھ یشو بھگت اور ہنستی ہیں۔ نہ چاہتا ہوا بھی میں اُن کے آدر سرکار کے کارن ان سے بنا رہ نہیں سکا۔

چوتھا دھام شری بدری ناتھ

کیدارناتھ سے بدری ناتھ دھام کو سیدھی پیدل یاترا جولی کے راستہ

کیدارناتھ سے واپس اسی راستے سے نالا چٹی تک آکر وہاں سے چمولی کو جاتا ہے۔ یہ راستہ کافی دشوار ہے۔ چڑھائی ہے تیس میل پیدل چلنا پڑتا ہے اور اگر راستہ میں تنگ ناتھ جی کے بھی درشن کرنے ہوں تو کوٹی مہیشوری چٹی سے تین میل کھڑی چڑھائی اور بعد پیدل سفر ہے راستہ کے ٹھہرنے کے استھانوں کی کیفیت نیچے دی جاتی ہے۔

اُکھی مٹھ ½ ۱ میل نالا چٹی سے مندھاکنی ندی کے دوسرے پار واقع ہے۔ جیسے اوپر گپت کاشی کے ذکر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ بہت پرانا استھان ہے اور بانا سُر کی کنیا کا محل کہا جاتا ہے۔ سردیوں میں کیدارناتھ جی کا راستہ بند ہوجانے سے تو کیدارناتھ جی کی چل مورتی کی پوجا اسی جگہ پر ہوتی ہے۔ یہاں مندر میں بدری ناتھ، تنگ ناتھ، اونکاریشور، کیدار اوکھا اور انرودھ کے علاوہ ست یگ، تریتا اور دواپر کی بھی مورتیاں ہیں

گنیش چٹی۔ ½ ۲ میل پوتھی واسا ۵ میل پر۔ بنسیا کنڈ ۷ میل پر

چوپاتا۔ ایک میل پر۔ اس چٹی سے تنگ ناتھ جی کی سمت چڑھائی شروع ہوتی ہے۔

اسی چٹی کے نزدیک ہی کالی مٹھ ہے جہاں مہاکالی، مہالکشمی، مہاسرسوتی کے مندر ہیں۔ یہ سدھ پیٹھ مانا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رکت بیج کو مارنے کے لئے دیوتاؤں نے اسی جگہ پر آرادھنا کی تھی اور مہاکالی کے درشن پائے تھے۔ یہ جگہ جنگل اور برفیلی چوٹیوں سے گھری ہوئی ہے۔ اس جگہ پر ایک کنڈ ہے جو شلا سے ڈھکا رہتا ہے اور نوراتروں کو ہی کھلتا ہے نوراتروں میں یہاں یگیہ ہوتا ہے۔

کالی مٹھ سے تین میل کی دوری پر کالی شلا استھان ہے جہاں چونسٹھ جنتر ہیں۔ جہاں سے رکت بیج کو مارنے کے لئے چونسٹھ شکتیاں نکلتی ہیں۔

کوٹی مہیشوری تیرتھ بھی کالی مٹھ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے ایک کوٹی مہیشوری کا مندر ہے اور یاتری اس جگہ پِتری ترپن کرتے ہیں اور پنڈدان دیتے ہیں

تُنگ ناتھ چوپاتا سے تین میل پر کھڑی چڑھائی تنگ ناتھ پنج کیداروں میں سے ہے۔ تیسرے کیدار ہیں اسی جگہ ایک شیتل دھارا بہتی ہے جسے پاتال گنگا کہا جاتا ہے۔

تنگ ناتھ کے شیکھر پر کھڑے ہوں تو پورب کی طرف نندا دیوی، تریشول، چوکھمبا اور دروناچل کی چوٹی نظر آتی ہے۔ شمال کی طرف گنگوتری، جمنوتری، کیدارناتھ، بدری ناتھ اور رُدرناتھ کے درشن ہوتے ہیں۔

جنوب کی طرف پوڑی چندر بدنی پربت اور سُرکھنڈا دیوی کی چوٹی نظر آتی ہے

جنگل چٹی تنگ ناتھ سے تین میل پر جو یاتری تنگ ناتھ نہیں جانا چاہتے وہ چوپاتا سے جنگل چٹی تو چلے جاتے ہیں راستہ میں ۲ میل پر بھلکنا چٹی اور ایک میل پر بھیم چٹی پڑتی ہے۔

پانگر باسا۔ ½ ۲ میل پر

منڈل چٹی۔ ½ ۴ میل پر اسی جگہ کھیتر کی دھرم شالہ ہے۔

اور پاس میں ہی ایک چھوٹی سی ندی بھی بہتی ہے۔

گوپیشور چار میل پر۔ اس جگہ بھی ایک ندی ہے جسکو بے ترنی ندی کہتے ہیں۔ جہاں آٹھ دھاتوں کا بنا ترشول اوپر سے کے درشن ہوتے ہیں۔ ایک مہا یوجی کا مندر ہے۔

چمولی اس کا پرانا نام لال سنگھا ہے۔ دوری تین میل کی۔ کھیتر کی دھرم شالہ ہے۔ اس جگہ رشی کیش سے جو سدھا راستہ بدری ناتھ کو گیا ہے اس کا جنکشن ہے۔ کئی یاتری اس جگہ سے آگے جوشی مٹھ کے لئے بس کا ٹکٹ لے لیتے ہیں اور پیدل کی بجائے بس کے راستہ جاتے ہیں۔ چمولی سے پیپل کوٹی ۹ میل پر اور جوشی مٹھ ۲۲ میل کی دوری پر ہے۔ راستہ کی چٹیاں نیچے دی جاتی ہیں۔

مٹھ چٹی دو میل۔ جنکا چٹی ایک میل۔ سیا سین تین میل۔ مہاٹ چٹی ایک میل۔ پیپل کوٹی دو میل۔ گرڑ گنگا ½ ۲ میل ٹنگنی ½ ۱ میل۔ پاتال گنگا تین میل۔ گلاب کوٹی چٹی دو میل کمہار چٹی (پاگنڈ) دو میل۔ کھنیٹی ½ ۱ میل۔ چڑھ کولا ایک میل رشی مٹھ ایک میل۔

جوشی مٹھ۔ پراچین سنسکرت نام جیوتر مٹھ۔ شنکر آچاریہ جی کا جیوتش بیٹھ مٹھ اس جگہ ہے۔ سردیوں میں جب بدری ناتھ جی کا مندر برف سے ڈھک جاتا ہے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ تو ان کی چل مورتی اس جگہ لائی جاتی ہے۔ اور اس جگہ پر پوجا ہوتی ہے۔

جوشی مٹھ ایک بڑا شہر سا ہے۔ یہاں ہر قسم کی دکانیں ہیں۔ کھیتر دھرم شالائیں ہیں اور لوگوں نے بھی کرایہ پر دینے کے لیے مکان بنائے ہوئے ہیں۔ اس جگہ کمبل اور بستر بھی کرائے پر مل سکتے ہیں۔ ڈاکگھر۔ تارگھر اور ہسپتال بھی ہیں۔

جوشی مٹھ کے مکھیہ مندر جیوتیشور مہا دیو اور بھگت وتسل بھگوان کے مندر ہیں۔ جیوتیشور مہا دیو کے مندر کے نزدیک ہی شنکر آچاریہ جی کا جیوتش بیٹھ مٹھ ہے۔ (باقی پھر)

پتنجل یوگ پر اخبار پرتاپ کا ریویو

پتنجل یوگ مہرشی پتنجلی کے یوگ شاستر کا اُردو ترجمہ ہے۔ اور اُردو خواندہ طبقہ کو اس کے مترجم سوامی بھولا ناتھ سرنا کپور تھلہ کا انتہائی شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے جسمانی اور ذہنی ریاضت کے اس عظیم اور اولین صحیفہ کو نہایت آسان اور عام فہم الفاظ میں اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اور اس طرح معرفت اور ایشور پراپتی کے اس بیش بہا خزانہ کے دروازے سب پر کھول دیئے ہیں۔ سوامی بھولا ناتھ سرنا خود یوگ کے مختلف مراحل کو کامیابی سے حل کر چکے ہیں۔ اس لئے انہیں پتنجل یوگ شاستر کو سمجھنے اور سمجھانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ بلکہ انہوں نے ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ پتنجل یوگ کے ترجمہ سے پہلے اونچی نیچی دھرتی۔ نیتی اور پرمارتھ اور کچھ پتنجل یوگ کے متعلق تین خاص ابواب ہیں یوگ اور روحانیت سے متعلق بہت سے مسائل اور امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ تاکہ پتنجل یوگ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ پتنجل یوگ کے ترجمہ میں انہوں نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ پہلے یوگ شاستر کا سوتر سنسکرت میں درج ہے۔ نیچے اسی سوتر کو فارسی الخط (اُردو بھارت) میں لکھا ہے۔ اور پھر ترجمہ اور وضاحت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار بڑا کٹھن۔ مگر بے حد مفید ہے۔ اور اسے اپنا کر سوامی جی نے جنتا پر بڑا احسان کیا ہے۔

در اصل آج کے دور کے بڑھتے ہوئے جسمانی اور روحانی دکھوں کلیشوں اور مشکلات کا سب سے بڑا کارن یہ ہے کہ ہم نے اس ریاضت سے منھ موڑ رکھا ہے۔ جسے یوگ کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ریاضت جسم اور ذہن دونوں کو بیماریوں اور آلودگیوں سے پاک رکھنے کا بہترین طریقہ ہے اور اس پر کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا صرف اپنے جسم کو ڈسپلن کا پابند بنانا پڑتا ہے۔

اس سے پہلے سوامی بھولا ناتھ سرنا نے موت اور زندگی حصہ اول دوئم سوئم و نیز پرانایام آسن اور ویدانت درشن کتب اُردو میں تصنیف فرما چکے ہیں اور انہوں نے اس نوعیت کے لٹریچر سے اُردو کے دامن کو مالامال کیا ہے پتنجل یوگ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ مہرشی یا پتنجلی کے بیاس دیو کے دو فوٹو ہیں اور مترجم سوامی بھولا ناتھ سرنا کا بھی فوٹو شامل ہے۔ قیمت تین روپے۔

ملنے کا پتہ۔ سوامی بھولا ناتھ سرنا گورو نانک فارم نزد ریلوے سٹیشن کپور تھلہ، یا

پی سنز پبلیکیشنز انڈسٹریل ایریا کپور تھلہ

Monthly 'OM' Delhi.

Vol. 32 July 1965 Regd. No. D—84

Food Value

ADDED IN

Paljee's

RICH FRUIT CAKE

Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A 1, B2, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An ideal treat in all the seasons.



Air Tight Packing
Rs. 2.25
Loose Packing
Rs. 1.75
Kishmish Packing
Rs. 1.50
Plain Packing
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5

Printed at Sood Litho Press, Pataudi House, Delhi-6.